قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 17 دسمبر 2021ء | 12 جمادی الاول 1443 ہجری قمری | 17 فتح 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:300

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾

(النور: 28-29)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں پر سلام بھیج لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔ اور اگر تم ان (گھروں) میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں (اس کی) اجازت دی جائے۔ اور اگر تمہیں کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جایا کرو۔ تمہارے لئے یہ بہت زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو خوب جانتا ہے۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

باہم محبت کرنے کا نسخہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تین دفعہ اجازت مانگ لے اور اسے اجازت نہ دی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ واپس لوٹ جائے۔

(بخاری کتاب الاستئذان۔ باب التسلیم والاستئذان ثلاثا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ تم اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم صاحب ایمان اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو۔ کیا میں تم کو ایک ایسا فعل نہ بتاؤں جو تم بجالاؤ تو باہم محبت کرنے لگو۔ پھر آنحضورؐ نے فرمایا کہ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ یعنی آپس میں سلام کہنے کو رواج دو۔

(مسلم کتاب الایمان۔ باب بیان انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون)

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اس شخص کو دس گنا ثواب ملا ہے۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہا۔ حضورؐ نے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو بیس گنا ثواب ملا ہے۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہا۔ آپؐ نے انہیں الفاظ میں اس کو جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا اس شخص کو تیس گنا ثواب ملا ہے۔

(ترمذی ابواب الاستئذان فی فضل السلام)

فرمان خلیفہ وقت

ہر معاشرے میں ملنے جلنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں، اچھی طرح ملنے والے کو اچھے اخلاق کا مالک سمجھا جاتا ہے، اچھے اخلاق والے جب ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو دیکھ کر چہرے پر شگفتگی اور مسکراہٹ لاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو نہ پہچانتے ہوں تب بھی چہرے پر نرمی ہوتی ہے۔ اور جو اچھی طرح سے نہ ملے عموماً اس کے خلاف ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ یہ بڑا بد اخلاق ہے، کسی کام کے سلسلے میں اس کو ملنے گیا اور بڑی بداخلاقی سے پیش آیا، بڑے بیہودہ اخلاق کا مالک ہے، کام نہیں کرنا تھا نہ کرتا لیکن کم از کم مل تو اخلاق سے لیتا وغیرہ، اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ تو اس طرح کی باتیں، اچھے اخلاق سے نہ پیش آنے والے کے بارے میں دل میں پیدا ہوتی رہتی ہیں، جیسا کہ میں نے کہا۔ پھر مختلف معاشروں کے ایک دوسرے سے ملتے وقت مختلف حرکات کے ذریعے سے اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔ کوئی سر جھکا کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے، کوئی رکوع کی پوزیشن میں جاکے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے، کوئی دونوں ہاتھ جوڑ کر، اپنے چہرے تک لے جاکر ملنے کی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ پھر حال احوال پوچھ کے لوگ مصافحہ کیا کرتے ہیں۔ لیکن اسلام نے جو ہمیں طریق سکھایا ہے، جو مومنین کی جماعت کو، اسلامی معاشرے کے ہر فرد کو اپنے اندر رائج کرنا چاہئے وہ ہے کہ سلام کرو۔ یعنی ایک دوسرے پر سلامتی کی دعا بھیجو اور پھر یہ بھی تفصیل سے بتایا کہ سلامتی کی دعا کس طرح بھیجو اور پھر دوسرا بھی جس کو سلام کیا جائے، اسی طرح کم از کم انہیں الفاظ میں جواب دے۔ بلکہ اگر بہتر الفاظ میں گنجائش ہو جواب دینے کی تو بہتر جواب دے۔ اس طرح جب تم ایک دوسرے کو سلام بھیجو گے تو ایک دوسرے کے لئے کیونکہ نیک جذبات سے دعا کر رہے ہو گے اس لئے محبت اور پیار کی فضا بھی تمہارے اندر پیدا ہوگی۔ پھر یہ بھی بتایا کہ اسلامی معاشرہ کیونکہ امن اور سلامتی پھیلانے والا معاشرہ ہے اس لئے یہ بھی خیال رکھو کہ جب تم کسی کے گھر ملنے جاؤ تو مختلف اوقات میں انسان کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں، طبیعتوں کی مختلف کیفیت ہوتی ہے اس لئے جب کسی کے گھر ملنے جاؤ اور گھر والا بعض مجبوریوں کی وجہ سے تمہارے سلام کا جواب نہ دے یا تمہاری توقعات کے مطابق تمہارے ساتھ پیش نہ آئے تو ناراض نہ ہو جایا کرو۔ زود رنجی کا اظہار نہ کیا کرو بلکہ حوصلہ دکھاتے ہوئے، خاموشی سے واپس آجایا کرو۔ اور اگر اس طرح عمل کرو گے تو ہر طرف سلامتی بکھیرنے والے اور پرامن معاشرہ قائم کرنے والے ہو گے۔

(خطبہ جمعہ 3/ ستمبر 2004ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

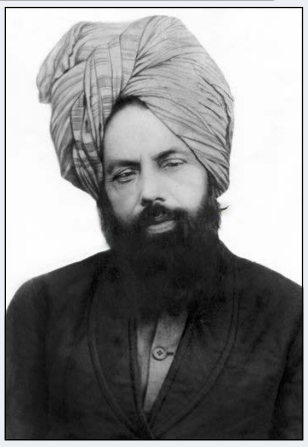

اس زمانہ کے اکثر علماء کا حال

’’اس زمانہ میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق و فجور کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں۔ اگر ایک غریب ان کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے تو اس کے جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنا اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بیباکی کی حرکت خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلے زمانہ کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ میں کوئی اپنی کسر شان نہیں سمجھتے تھے مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی بے جا تکبر نے ان کی نظر میں ایسا پیارا کلمہ جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ہے جو سلامت رہنے کے لئے ایک دعا ہے حقیر کرکے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہئے کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر ایک شعار اسلام کا تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 327)

اس شمارہ میں

- نور کی برسات سے روشن جہاں ہو جائے گا (منظوم)
- لاہور کے امراء اور نائب امراء کا ذکر خیر
- درود شریف کی فضیلت
- حضرت چوہدری ولی داد خانؓ کے قبول احمدیت کی روئیداد

دربارِ خلافت

محمدؐ عظیم الشان خوبیوں کے حامل انسان تھے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

Sir Thomas Carlyle آنحضورؐ کے اُمّی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ’’ایک اور بات ہمیں ہرگز بھولنی نہیں چاہئے کہ اُسے کسی مدرسہ کی تعلیم میسر نہ تھی۔ اس چیز کو جسے ہم سکول لرننگ (School Learning) کہتے ہیں، ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ لکھنے کا فن تو عرب میں بالکل نیا تھا۔ یہ رائے بالکل سچی معلوم ہوتی ہے کہ محمدؐ کبھی خود نہ لکھ سکا۔ اس کی تمام تر تعلیم صحراء کی بود و باش اور اس کے تجربات کے گرد گھومتی ہے۔ اس لامحدود کائنات، اپنے تاریک علاقہ اور اپنی انہی مادی آنکھوں اور خیالات سے وہ کیا کچھ حاصل کر سکتے تھے؟ مزید حیرت ہوتی ہے جب دیکھا جائے کہ کتابیں بھی میسر نہ تھیں۔ عرب کے تاریک بیابان میں سُنی سُنائی باتوں اور اپنے ذاتی مشاہدات کے علاوہ وہ کچھ بھی علم نہ رکھتے تھے۔ وہ حکمت کی باتیں جو آپ سے پہلے موجود تھیں یا عرب کے علاوہ دوسرے علاقہ میں موجود تھیں، ان تک رسائی نہ ہونے کے باعث وہ آپ کے لئے نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ایسے حکام اور علماء میں سے کسی نے اس عظیم انسان سے براہِ راست مکالمہ نہیں کیا۔ وہ اس بیابان میں تن تنہا تھے اور یونہی قدرت اور اپنی سوچوں کے محور میں پروان چڑھا‘‘۔

(Six Lectures by Thomas Carlyle, Edition 1846, Lecture 2 page 47)

پھر آپؐ کی شادی کے بارے میں اور آپ کے گھریلو تعلقات کے بارہ میں لکھتا ہے کہ وہ کیسے خدیجہ کا ساتھی بنا؟ کیسے ایک امیر بیوہ کے کاروباری امور کا مہتمم بنا اور سفر کر کے شام کے میلوں میں شرکت کی؟ اُس نے یہ سب کچھ کیسے کر لیا؟ ہر ایک کو بخوبی علم ہے کہ اُس نے یہ انتہائی وفاداری اور مہارت کے ساتھ کیا۔ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے دل میں اُن کا احترام اور ان کے لئے شکر کے جذبات کیونکر پیدا ہوئے؟ ان دونوں کی شادی کی داستان، جیسا کہ عرب کے مصنفین نے ذکر کیا ہے، بڑی دلکش اور قابلِ فہم ہے۔ محمدؐ کی عمر 25 سال تھی اور خدیجہ کی عمر 40 سال تھی‘‘۔ پھر لکھتا ہے کہ ’’معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس محسنہ کے ساتھ انتہائی پیار بھری، پرسکون اور بھرپور زندگی بسر کی۔ وہ خدیجہ سے حقیقی پیار کرتے تھے اور صرف اُسی کے تھے۔ اس کو جھوٹا نبی کہنے میں یہ حقیقت روک ہے کہ آپ نے زندگی کا یہ دور اس انداز سے گزارا کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا۔ یہ دور انتہائی سادہ اور پُرسکون تھا یہاں تک کہ آپ کی جوانی کے دن گزر گئے‘‘۔

(Six Lectures by Thomas Carlyle, Edition 1846, Lecture 2 page 48)

پھر Thomas Carlyle ہی لکھتے ہیں کہ: ’’ہم لوگوں یعنی عیسائیوں میں جو یہ بات مشہور ہے بقیہ صفحہ 7 پر

نور کی برسات سے روشن جہاں ہو جائے گا

نور کی برسات سے روشن جہاں ہو جائے گا
جب چراغِ عشق ہر سو ضَوفشاں ہو جائے گا

زندگی پھولے پھلے گی اک نئے انداز سے
زندگی کا لحہ لحہ ارمغاں ہو جائے گا

روشنی ہو گی یہیں پر دیدہ و دل فرشِ راہ
آسماں پھر سے زمیں پر مہرباں ہو جائے گا

پیار کی قسمت میں لکھ دی ہیں فلک نے عظمتیں
جو اٹھا اس کے مقابل پر دھواں ہو جائے گا

ایک خوشبو پھیلتی جائے گی اوجِ وقت کی
چار سو سب کو بہاروں کا گماں ہو جائے گا

تب زمیں دے گی محبت کی ہوا کو راستہ
آسماں بھی ہمرکاب کارواں ہو جائے گا

جب بھی دیکھیں گے اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں کتاب
زندگی کا فلسفہ سب پر عیاں ہو جائے گا

عبد الصمد قریشی

آج کی دعا

خدا تعالیٰ کی راہ میں وقفِ اولاد کی دعا

رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۶﴾

(آلِ عمران: 36)

ترجمہ: اے میرے ربّ! جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے یقیناً وہ میں نے تیری نذر کر دیا (دنیا کے جھمیلوں سے) آزاد کرتے ہوئے۔ پس تُو مجھ سے قبول کر لے۔ یقیناً تُو ہی بہت سننے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔

یہ حضرت مریمؑ علیھا السلام کی والدہ کی ان کی پیدائش سے پہلے ان کو خدا کی راہ میں وقف کرنے کی بہت پیاری، عظیم الشان دعا ہے۔

حضرت مریمؑ کی والدہ کی خواہش تھی کہ میرے ہاں بیٹا ہو اور میں اسے اللہ کی راہ میں وقف کروں۔ جب بیٹی پیدا ہوئی تو قرآن میں مذکور ہے کہ انہوں نے کہا کہ اے میرے ربّ! میں نے تو بچی کو جنم دیا ہے۔ جبکہ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس چیز کو جنم دیا تھا۔ اور نر مادہ کی طرح نہیں ہوتا۔ اور (اس عمران کی عورت نے کہا) یقیناً میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے، اور میں اسے اور اس کی نسل کو راندہء درگاہ شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس اس کے ربّ نے اُسے ایک حَسین قبولیت کے ساتھ قبول کرلیا اور اس کی اَحسن رنگ میں نشوونما کی اور زکریا کو اس کا کفیل ٹھہرایا۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں اس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو وقفِ نَو بچوں کے والدین خاص طور پر مائیں اپنے ہونے والے بچے کی پیدائش سے پہلے خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد کرتے ہوئے پیش کرتی ہے اور خلیفہ وقت کو لکھتے ہیں کہ ہم حضرت مریم کی ماں کی طرح اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتے ہوئے اپنے بچے کو وقفِ نَو سکیم میں پیش کر رہے ہیں کہ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۶﴾ (آل عمران: 36) کہ اے میرے رب! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں تیرے لئے پیش کر رہی ہوں۔ یہ تو مجھے نہیں پتا کہ کیا ہے، لڑکا ہے یا لڑکی لیکن جو بھی ہے میری خواہش ہے میری دعا ہے کہ یہ دین کا خادم بنے۔ فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ۔ میری اس خواہش اور دعا کو قبول فرما اور اسے قبول فرما لے۔ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ۔ تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پس میری عاجزانہ دعا بھی سن لے۔ تجھے علم ہے کہ یہ دعا میرے دل کی آواز ہے۔ یہ بچے کی ماؤں کی خواہش ہوتی ہے وقف سے پہلے اور ہونی چاہئے ایک احمدی ماں کی جب وہ اپنے بچے کو وقفِ نَو کے لئے پیش کرتی ہے اور اس میں باپ بھی شامل ہے۔

پس جب یہ دعا وقفِ نَو میں شامل کرنے والے بچے کی ماں کرتی ہے تو ان ذمہ داریوں کا بھی احساس رہنا چاہئے جو اس عہد کے نبھانے اور اس دعا کے قبول ہونے کے لئے ماؤں پر بھی اور باپوں پر بھی عائد ہوتی ہیں۔ وقفِ نَو میں بچہ ماں اور باپ دونوں کی رضامندی سے پیش ہوتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 28 اکتوبر 2016ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

منور علی شاہد۔ جرمنی

لاہور کے امراء اور نائب امراء کا ذکر خیر

مکرم چوہدری حمید نصراللہ خان
سابق امیر لاہور

مکرم چوہدری حمید نصراللہ خان کو 1975 سے لیکر 2009 تک بحیثیت امیر جماعت احمدیہ لاہور ذمہ داری نبھانے کی توفیق ملی تھی۔ آپ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خانؓ کے داماد تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو براہ راست امیر لاہور مقرر فرمایا تھا یوں آپ کی امارت کی ابتداء خلافت ثالثہ میں ہوئی جبکہ اختتام خلافت خامسہ میں ہوا،اس طرح ان کی امارت تقریبا چونتیس برسوں پر محیط رہی۔ ہر خلیفہ وقت کے ساتھ گہری وفا کا تعلق رہا تھا اور ہر تحریک پر لبیک کہا اور جماعت لاہور کو بھی تحریک کی۔مکرم چوہدری حمید نصراللہ خان ایک باوقار اور رعب دار شخصیت کے مالک تھے اور گونا گوں صفات کے مالک تھے۔ آپ کے اندر فراست، تدبر، دور اندیشی، تحمل اور برداشت جیسی صفات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔آپ انتظامی صلاحیتوں سے مالا مال تھے جس کا مظاہرہ تین دہائیوں تک جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران نے دیکھا۔کسی قسم کے دباؤ میں آنا شاید ان کے مزاج اور طبیعت میں شامل ہی نہیں تھا۔ ابتلاؤں کے دور میں آپ نے خلیفہ وقت کی ہدایات کی روشنی میں احباب جماعت لاہور کو گھبرانے نہیں دیا اور ہر ابتلاء میں پوری جماعت ثابت قدم رہی۔کوئی فیصلہ جلدی میں نہیں کرتے تھے، اور اہم جماعتی معاملات پر مشاورت کو ترجیح دیتے تھے۔قانونی معاملہ ہوتا یا ملکی سیاسی ایشو ہوتا، آپ لمبی مشاورت کرتے جس کے لئے آپ نے لاہور کے چند چیدہ چیدہ صاحب علم اور صاحب الرائے احباب کو منتخب کر رکھا تھا،ان میں لاہور کے ٹاپ کے احمدی وکلاء بھی شامل تھے۔آپ کے دور میں جماعتی اور ملکی سیاست کے اہم ترین واقعات رونما ہوئے تھے۔ ان کے دور امارت میں ضیاء الحق کا سیاہ قانون کا نفاذ، کلمہ طیبہ کی مہم، پاکستان سے ہجرت، احمدیہ صد سالہ جشن تقریبات، 1991ء میں قادیان کا صد سالہ تاریخی جلسہ،اسلامی اصول کی فلاسفی کی صد سالہ تقریبات، خلافت کی صد سالہ تقریبات کا انعقاد ایسے اہم ترین واقعات شامل تھے اور انہی تمام خوشیوں اور بحرانوں کے دنوں میں آپ نے لاہور میں تمام حالات و معاملات کو انتہائی ذمہ داری، حوصلے، تدبر اور فراست کی ساتھ نبٹایا تھا اور جماعت لاہور نے آپ کی قیادت میں تمام ذمہ داریوں اور آزمائشوں کو یکجا ہو کر احسن طریق سے نبھانے کی توفیق پائی۔تین دہائیوں سے زائد عرصہ تک جماعت اور ذیلی تنظیموں کی مکمل راہنمائی کی۔جماعت لاہور کو تنظیمی طور پر مضبوط کیا اور نئے جماعتی حلقے بنا کر کام میں آسانیاں پیدا کیں۔جماعتوں کو پھیلانے اور مرکزی تحریکات میں لاہور کو سرفہرست لانے میں آپ کی کوششیں قابل قدر رہی ہیں۔آپ کے دور امارت میں جماعتی مالی بجٹ ہزاروں، لاکھوں سے نکل کر کروڑوں تک پہنچ گیا۔وکلاء کی تنظیم، احمدیہ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن، انجینئرز، آرکیٹیکچر سمیت دیگر شعبوں کے ماہرین کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر رکھا تھا۔دارالذکر کی وسعت بھی انہی کے دور کا ایک قابل ذکر کام ہے اور دور حاضر کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے پوری فراست اور تدبر کیساتھ دارالذکر کی توسیع اور تعمیر کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کی علالت اور پھر ان کی وفات کے موقع پر نماز جنازہ و تدفین کے مراحل انتہائی حکمت کیساتھ پایہ تکمیل تک پہنچانا بھی ایک اہم فریضہ تھا۔یہ سب واقعات آج تاریخ احمدیت کا درخشندہ باب بن چکے ہیں۔2009ء میں بیماری کی وجہ سے آپ لاہور کی امارت کی ذمہ داری سے فارغ ہو گئے تھے۔ 4 جنوری 2017ء کو آپ نے 83 سال کی عمر میں لاہور میں وفات پائی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ اور ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

مکرم منیر احمد شیخ شہید
امیر لاہور

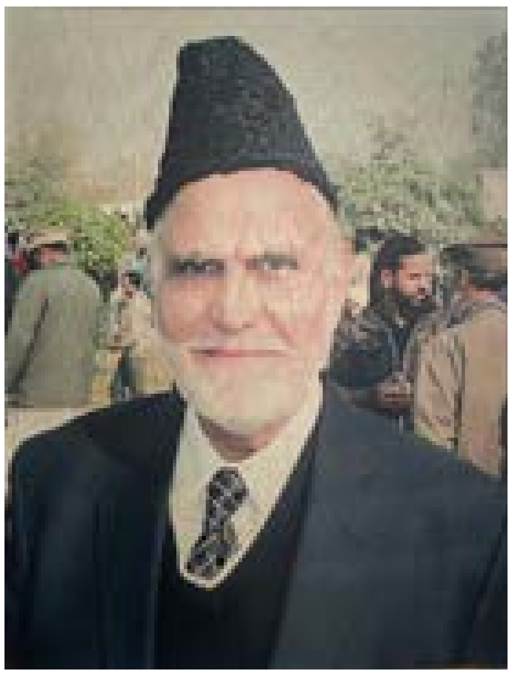

آپ کی امارت کا دور تقریباً ڈیڑھ سال تک رہا۔2009ء کے آغاز پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لاہور کا امیر مقرر فرمایا۔ اگلے سال آپ 28 مئی 2010ء کو دارالذکر میں نماز جمعہ کے موقع پر دہشت گردی کے حملے کے دوران شہید ہو گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔آپ کی شہادت پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 11 جون 2010ء میں آپ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”ان کا علم بہت وسیع تھا، بڑے دلیر تھے، قوت فیصلہ بہت تھی، ملازموں اور غریبوں سے بڑی ہمدردی کرتے تھے درویش صفت انسان تھے، جب بھی ان کو ملا ہوں جہاں تک میں نے دیکھا ہے ان کی طبیعت میں بڑی سادگی تھی، فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر بھی تھے۔۔ گارڈن ٹاؤن کے صدر بھی رہے ہیں۔۔ گزشتہ سال میں نے ان کو لاہور کا امیر مقرر کیا اور انہیں لکھا کہ کوئی مشکل ہو تو براہ راست راہنمائی لینی چاہتے ہوں تو بیشک لے لیا کریں۔۔۔آپ بڑے منجھے ہوئے شخص تھے سب جو کارکنان تھے، ان کے ساتھ کام کرنے والے ان کو ساتھ لیکر چلنے والے تھے۔یقیناً انہوں نے اپنی ذمہ داری کا حق ادا کر دیا اور بڑے پیار سے ساروں کو ساتھ لیکر چلے، بیشمار خصوصیات کے حامل تھے،اللہ اپنے پیاروں میں ان کو جگہ دے۔“

امیر مقرر ہونے سے پہلے آپ گارڈن ٹاؤن جماعت کے صدر تھے۔جب آپ امیر لاہور مقرر ہوئے تو اکثریت احباب لاہور آپ کو نہیں جانتے تھے لیکن محض ڈیڑھ سال کے عرصہ کی امارت میں بھی لاہور کے خدام، انصار لجنہ اور دیگر احباب آپ کی اہلیت اور قابلیت کے معترف ہو گئے تھے۔آپ کے دور امارت میں منعقد ہونے والی واحد اہم بڑی تقریب وہ تھی جس میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ نے شرکت کی تھی،اس کے علاوہ مکرم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب سابق امیر لاہور بھی موجود تھے، یہ قادیان جلسہ پر ڈیوٹی دینے والے خدام،انصار کے اعزاز میں عشائیہ کی تقریب تھی۔آپ کے امیر بننے پر عاجز بھی ان کی عاملہ کا ممبر تھا۔میں ان نے کو انکساری و عاجزی کا پیکر پایا تھا۔ہر ایک کے ساتھ مسکراہٹ کے ساتھ ملتے تھے۔آپ کا تعلق عدلیہ سے تھا شاید یہی وجہ تھی کہ آپ کے اندر انسانی ہمدردی اور خدمت خلق کرنے کا وصف بہت نمایاں تھا اور دوسروں کے کام کر کے بے انتہا خوشی محسوس کرتے۔

1991ء کے یادگار اور تاریخی صد سالہ جلسہ قادیان کے دنوں میں محترم منیر احمد شیخ سیالکوٹ میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج تھے لیکن ان دنوں لاہور میں تھے، اور وہ خود بسوں کی چھتوں پر قادیان کے مہمانوں کا سامان رکھا کرتے تھے۔

دیانت اور قابلیت کا غیر احمدی لوگ بھی اعتراف کرتے تھے۔معاملہ فہم تھے جلد ہی بات کی گہرائی میں پہنچ جاتے تھے۔حقوق العباد کے ساتھ حقوق اللہ میں بھی آپ بہت آگے تھے۔بہت دعا گو، تہجد گزار تھے۔مرکزی مہمانوں اور سلسلہ کے مربیان کرام کا بہت احترام کرتے تھے۔ایک بار روزنامہ الفضل کے ایڈیٹر صاحب اور نائب ایڈیٹر صاحب لاہور چند دنوں کے دورہ پر آئے تو میری ڈیوٹی لگائی کہ دارالذکر میں کوئی تکلیف نہ ہو اور پھر اپنے گھر بھی ان کو کھانے پر بلایا۔آپ سے ملاقات میں کسی کو کسی قسم کی مشکل نہ تھی۔ماہانہ میٹنگ میں بھی آپ کی معاملہ فہمی اور دور اندیشی گفتگو میں بہت نمایاں ہوتی۔جمعہ کے دن عدالت سے سیدھے دارالذکر پہنچ کر نماز جمعہ تک دفتر میں بیٹھتے تھے۔28 مئی 2010ء کو بھی اسی معمول کے مطابق دارالذکر پہنچے تھے اور پھر دہشتگردی کے حملہ میں محراب میں دیگر احمدی شہداء کے ساتھ جام شہادت نوش کیا اور اس وقت آپ کو محفوظ مقام پر جانے کے لئے بار بار کہا گیا لیکن آپ نے احمدیوں کو اکیلا چھوڑنے کی بجائے انہی کے ساتھ شہید ہوجانا پسند کیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

مکرم میجر عبد اللطیف
نائب امیر لاہور

لاہور کے نائب امراء میں مکرم میجر عبد اللطیف صاحب کا نام بہت نمایاں ہے، آپ نائب امیر بننے سے پہلے کئی سال تک سیکرٹری ضیافت لاہور دارالذکر بھی رہے تھے جس بناہ پر آپ احباب لاہور آپ کی شخصیت سے بخوبی واقف ہو چکے تھے۔۔ آپ کے متعلق مختلف قسم آراء احباب جماعت میں پائی جاتی تھیں کہ وہ مزاج کے بہت سخت تھے لیکن ان کے ساتھ رہنے اور کام کرنے والے ہی جانتے ہیں کہ وہ اندر سے انتہائی شفقت اور محبت کا جذبہ بھی رکھتے تھے۔

خاکسار جب طفل تھا اس وقت سے ان سے واقف تھا کیونکہ ان کا اور میرا جماعتی حلقہ (صدر بازار کینٹ) ایک ہی تھا، اور مکرم میجر عبد اللطیف آفیسر کالونی میں رہائش رکھتے تھے اور آپ نے اپنی کوٹھی کا ایک حصہ نماز سنٹر اور جماعتی پروگراموں کے لئے وقف کر رکھا تھا اور ہم اطفال، خدام اور احباب مغرب عشاء کی نمازیں وہیں ادا کرتے تھے، اطفال کے پروگرام بھی وہیں ہوا کرتے تھے۔یہیں سے آپ کی جماعت سے وفا اور محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک وقت وہ آیا کہ میجر صاحب سیکرٹری ضیافت لاہور منتخب ہو گئے اور یہیں سے ان کا دارالذکر سے پکا رابطہ قائم ہوا،اس وقت مکرم چوہدری فتح محمد نائب امیر لاہور تھے اور ان کا دفتر اوپر کچن کے بالکل سامنے ہوا کرتا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب ابھی ربوہ میں جلسہ سالانہ منعقد ہوتے تھے اور نومبر دسمبر کے دنوں میں دارالذکر غیر ملکی مہمانوں سے بھرا رہتا تھا۔کچن، کھانے اور تمام مہمانوں کی میزبانی ان کے بنیادی فرائض میں سرفہرست تھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب بھی غیر ملکی مہمانوں نے شاپنگ کرنے یا سیر کرنے جانا ہوتا تو آپ نے دیگر خداموں کے ساتھ ساتھ متعدد بار خاکسار کی ڈیوٹی مہمانوں کیسا تھ لگائی اور مجھے ہدایات بھی دیتے اور یوں مجھے مہمانوں کو سیر اور شاپنگ کروانے کے مواقع ملے تھے۔بذریعہ ویگن اور بس کے جب بیرون ممالک کے مہمانوں کو ربوہ بھجوایا جاتا تو اس کی بھی مکمل نگرانی کرتے، ایک دو خادم سیکیورٹی کے طور پر ساتھ جاتے، مجھے بھی دو بار مواقع دیئے تھے۔شرعی عدالت میں کیس کی کاروائی کے دوران جب جماعتی وفد دارالذکر میں قیام پذیر تھا، آپ نے ان کے قیام و طعام کی ذمہ داری بطور سیکرٹری ضیافت بہت جانفشانی سے نبھائی اور ہر طرح سے وفد کے اراکین کی ضروریات کا خیال رکھا تھا۔یہ ایک تاریخی ڈیوٹی تھی۔صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان 1991ء کے موقع پر بہت بھاری ذمہ داری شب و روز دارالذکر بیٹھ کر نبھائی تھی اور تمام امور کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

مکرم میجر عبد اللطیف صاحب ایک انتہائی ڈسپلن والے ادارہ سے ریٹائرڈ ہوئے تھے لہٰذا ان کی شخصیت اور مزاج میں اس کے اثرات بہت گہرے تھے اس لئے پہلی باران کا سامنا کرنے والے ان کے انتخاب پر حیرت زدہ ضرور ہوتے تھے لیکن جلد ہی ان کی حیرانی دور ہوجاتی، کیونکہ اس ڈسپلن کے پیچھے جماعت اور فرد سے محبت اور شفقت پوشیدہ ہوتی تھی۔روزانہ ٹھیک گیارہ بجے ان کے دفتر میں چائے کا وقت مقرر تھا جس میں مکرم مولوی نذیر احمد صاحب، مکرم شیخ ریاض محمود احمد صاحب، مقامی مربی حنیف محمود صاحب مقیم دارالذکر اور دیگر شامل ہوتے، اگر مجھ جیسا کوئی کسی کام سے اسی وقت دفتر پہنچ جاتا تو بیٹھنے کا کہتے اور خادم سے چائے لانے کا کہہ کر اپنی دراز کھول کر بسکٹ نکال کر دیتے، سب کے لئے بسکٹ کی تعداد یکساں طے شدہ تھی جس کا اظہار دیتے وقت وہ فلک شگاف قہقہہ سے کیا کرتے تھے۔ایک وقت آیا کہ آپ کو لاہور کے امیر صاحب نے نائب امیر مقرر کر دیا اور اس وقت نائب امیر اور امیر ضلع کا دفتر نیچے شفٹ ہو چکا تھا اور پھر تادم وفات آپ نے لمبا عرصہ بحیثیت نائب امیر جماعت لاہور کی خدمت سرانجام دیں اور لاہور جماعت کی خدمت کی۔آپ کو متعدد بار کئی ماہ تک قائم مقام امیر لاہور بننے کی بھی توفیق ملی تھی۔دونوں حیثیتوں میں آپ نے مثالی خدمت کی توفیق پائی۔لمبا عرصہ جماعتی خدمت بجالانے کے بعد 2003ء میں آپ کی وفات ہوگئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ

مکرم چوہدری اعجاز نصراللہ خان
نائب امیر لاہور

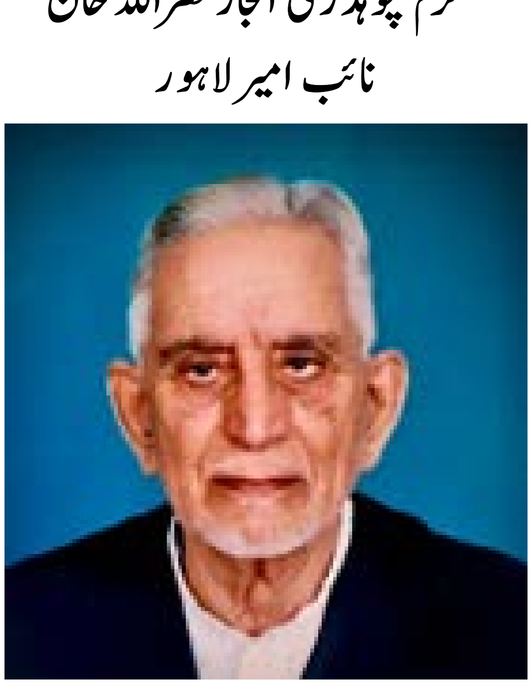

مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور

ان شہدائے دارالذکر میں شامل تھے جنہیں 28 مئی 2010ء جمعہ کے روز دہشت گردی کے ایک حملہ میں شہید کر دیا گیا تھا۔شہادت کے وقت آپ کی عمر 83 برس تھی۔مکرم چوہدری اعجاز نصراللہ خان کا سیالکوٹ کے ایک بڑے اور انتہائی معزز خاندان سے تعلق تھا۔آپ لاہور کے ایک سابق امیر مکرم چوہدری اسد اللہ خان مرحوم کے صاحبزادے تھے۔حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے بھتیجے اور مکرم حمید نصراللہ خان مرحوم امیر لاہور کے چچازاد بھائی تھے،اسی طرح آپ حضرت چوہدری نصراللہ خانؓ ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے پوتے تھے۔آپ نائب امیر لاہور مقرر ہونے بعد باقاعدگی سے دارالذکر اپنے دفتر میں بیٹھا کرتے اور یوں آپ سے رابطہ بھی ہوا اور تعلق بھی قائم ہوا، اس دوران میں نے ایک بات خاص طور پر محسوس کی تھی کہ لاہور کے امیر صاحب کے ساتھ خاندانی اور خونی تعلق ہونے کے باوجود آپ بطور امیر چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب کا انتہائی ادب و احترام کرتے تھے اور دوران میٹنگ مشورہ مانگنے پر ہی جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے اور سنتے تھے۔آپ بہت سادہ لیکن باوقار شخصیت کے مالک تھے، آپ کی گفتگو میں توکل علی اللہ کا اثر بہت نمایاں ہوتا تھا۔انکساری بہت نمایاں تھی اور ہمیشہ مسکرا کر بات کرتے تھے اور صاحب علم شخصیت تھے بیرسٹر کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رکھی تھی، میں ان دنوں مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کا ممبر تھا تو تنظیمی معاملات میں آپ سے ان کے دفتر میں ملاقات ہوتی جس کام کے لئے بھی جاتا تھا ہو جاتا،بہت شفقت سے بات سنتے اور جو بھی کام ہوتا کر دیتے تھے، پھر میرے انصاراللہ میں جانے کے بعد جب مجلس عاملہ جماعت احمدیہ لاہور کا بذریعہ انتخاب ممبر بنا تو پھر مزید آپ کو سننے کا موقع ملا۔قابل ذکر بات یہ تھی کہ آپ کی یادداشت میں تاریخ جماعت اور بزرگوں سے متعلق بہت واقعات محفوظ تھے اور دفتر میں ملاقات میں گفتگو کے دوران ضرور سناتے،مقصد یہی ہوتا تھا کہ ہمارا خلافت،نظام جماعت سے وفا اور محبت کا تعلق بڑھے۔آپ جمعہ کی نماز باقاعدگی سے دارالذکر پڑھا کرتے تھے اور ہمیشہ محراب میں موجود ہوتے اور وہیں شہادت پائی۔شہادت کے بعد علم ہوا کہ حملے کے دوران مکرم شیخ منیر احمد صاحب امیر لاہور نے آپ کو محفوظ مقام پر جانے کا کہا تھا لیکن آپ نے انکار کر دیا تھا اور یوں مسکراتے ہوئے شہادت کو گلے لگا لیا تھا۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ

اللہ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے۔آمین

عطیۃ العزیز غنی۔ مینسوٹا، امریکہ

درود شریف کی فضیلت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

(الاحزاب: 57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر رحمت بھیجتے ہیں .اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہیں فرمایا لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنی آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف تحدید سے بیروں تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اسقدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔ ان کی ہمت اور صدق وہ تھا کہ اگر ہم اوپر اور نیچے نگاہ کریں تو اسکی نظیر نہیں ملتی۔

(اخبار الحکم جلد 7 نمبر 25 صفحہ 6 پرچہ 10 جولائی 1903ء)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اس پر اللہ دس بار درود بھیجے گا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ اس کے گناہ معاف فرمائے گا شیطان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اس کو نیک عزائم میں کامیاب کرے گا اور خود اسکی حمد و ثناء کرے گا- چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

؎ اگر خواہی کہ حق گوید ثنائیت
بشو از دل ثنا خوان محمدؐ

یعنی کے اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدح و ثناء کرے تو تم سچے دل سے آنحضرتؐ کے ثناء خواں بن جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری مدح و ثناء کرے گا اور کرائے گا۔ اس حدیث اور ایسی ہی دوسری احادیث میں دس سے مراد یہ نہیں کہ ہر ایک درود خواں کو اس کے درود کی تعداد کے مطابق یکساں اجر ملے گا بلکہ جو درود خدا تعالیٰ کے جناب قبولیت کے لائق ہو یا اللہ تعالیٰ کی ستاری اور کرم سے جس درود کو شرف قبول بخشا جائے اس کا یہ کم سے کم اجر یہ ہوگا۔ اور اس سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ جس قدر محبت اور اخلاص سے اور پابندی شرائط کے ساتھ درود بھیجا جائے گا اسی قدر اجر زیادہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جو شخص آنحضرتؐ پر عمدگی کے ساتھ (ایک بار) درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے اسکے بدلہ میں ستر بار درود بھیجیں گے۔ اب کوئی چاہے تو اسمیں کمی رکھے اور چاہے تو زیادہ کرے۔

(جلاء الافہام بحوالہ مسند امام احمد، رسالہ درود شریف صفحہ 51 تا 52)

آپؐ کے احسانات کو یاد کرتے ہوئے کثرت سے درود شریف کا اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ درود شریف کے پڑھنے میں آپؐ کے احسانات کی شکر گزاری ہے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے لکھا ہے کہ 1898ء یا اس کے قریب کا واقعہ ہے کہ میں درود شریف کثرت سے پڑھتا تھا اور اس میں بہت لذت اور سرور حاصل کرتا تھا۔ انہی ایام میں، میں نے ایک حدیث میں پڑھا کہ ایک صحابی نے رسول کریمؐ کے حضور عرض کیا کہ میری ساری دعائیں درود شریف ہی ہوا کریں گی۔ یہ حدیث پڑھ کر مجھے بھی پر زور خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی ایسا کروں۔ چنانچہ ایک روز جب میں قادیان آیا ہوا تھا اور مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنی تمام خواہشوں اور مرادوں کی بجائے اللہ تعالیٰ سے درود شریف ہی کی دعا مانگا کروں۔ حضور نے اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور تمام حاضرین سمیت ہاتھ اٹھا کر اسی وقت میرے لئے دعا کی۔ تب سے میرا یہ عمل ہے کہ اپنی تمام خواہشوں کو درود شریف کی دعا میں شامل کر کے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں یہ قبولیت دعا کا ایک بہت بڑا ذریعہ میرے تجربہ میں آیا ہے۔

وَ مَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ

(محمد صادق 18 اپریل 1934ء اور رسالہ درود شریف صفحہ 138)

ویسے تو درود شریف کے بے شمار فضائل ہیں ان میں سے ایک اور اہم فضل یہ ہے کہ درود شریف قیامت کے روز شفاعت نبوی کا ذریعہ ہوگا ۔حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا۔

(جلاء الافہام صفحہ 70)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے (موقوفا) روایت ہے کہ جب تمہیں کوئی حاجت اور مشکل پیش آئے اور اس کے لئے دعا کرنے لگو تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرو پھر آنحضرتؐ پر درود بھیجو اور اس کے بعد اپنی ضرورت کے لئے دعا کرو۔ ایسے میں دعا کرنا حاجات کے پورا ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

(جلاء الافہام صفحہ 358)

اسکے علاوہ درود شریف بھولی ہوئی بات یاد آنے کا بھی ذریعہ ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی بات بھول جائے تو اس کا خیال چھوڑ کر مجھ پر درود بھیجو اس کی برکت سے اللہ چاہے گا تو تمہیں وہ (بات) بھی یاد آجائے گی۔

(جلاء الافہام صفحہ 357)

درود شریف، استغفار اور نماز بہترین وظیفہ ہے ایک شخص نے بیعت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی وظیفہ بتائیں اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ نمازوں کو سنوار کر پڑھو کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے اور اس میں ساری لذت اور خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ صدق دل سے روزے رکھو۔ صدقہ اور خیرات کرو۔ درود اور استغفار پڑھا کرو۔

(الحکم جلد 7۔ 28 فروری 1903ء)

درود شریف جہاں بہت سی برکات حاصل کرنے کا باعث ہے وہاں اسکو پڑھنے کے لئے ہدایات بھی ہیں۔

- درود شریف سرسری طور پر نہیں بلکہ ہر رنگ میں پوری کوشش اور توجہ سے پڑھنا چاہئے۔
- آنحضرتؐ پر سچی محبت، دلی خلوص اور روحانی جوش کے ساتھ درود بھیجنا چاہئے۔
- آپؐ کے احسانات کو یاد کرتے ہوئے آپؐ پر درود بھیجنا چاہئے۔
- جمعہ کے مبارک دن خاص اہتمام کے ساتھ درود پڑھنا چاہئے۔
- اپنے اپنے گھروں میں آنحضرتؐ پر درود بھیجنے کی بھی ہدایت ہے۔
- مسجد آنے اور جانے کے وقت درود شریف پڑھنا چاہئے۔

درود شریف آنحضرتؐ سے ذاتی محبت کی بناء پر پڑھنا چاہئے اور ذاتی محبت کی نشانی یہ ہے کہ انسان کبھی نہ تھکے اور نہ ملول ہو اور نہ ہی اغراض نفسانی کا دخل ہو۔

درود دراصل اس احسان کا اظہار ہے جو آنحضرتؐ نے ہم پر کیا ہے کسی بھی شخص کے اعمال میں پاکیزگی اس وقت تک پیدا نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے احسان کرنے والے کا احسان مند نہیں ہوتا اس لئے ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم کثرت کے ساتھ آپؐ پر درود پڑھیں پھر یہی نہیں کہ درود میں صرف احسان کا اقرار یا شکریہ ہے بلکہ اس میں ہمارا بھی فائدہ ہے اور اس فائدے کو اگر الگ کر بھی دیا جائے جو اقرار احسان سے حاصل ہوتا ہے تو بھی درود ہمارے فائدہ کی چیز ہے کیا ہم درود میں یہ نہیں کہتے اللّھم صل علی محمد وعلی آل محمد۔ پھر کیا ہم آل محمد میں شامل نہیں؟ یقیناً ہم بھی آل میں شامل ہیں اور اس صورت درود نہ صرف آنحضرتؐ کے احسانوں کا اقرار ہے بلکہ اپنے لیے بھی ایک دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صدق دل سے درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور زمین اور آسمان پر آنحضرتؐ کا نام روشن کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناصرہ حفیظ۔ وینکوور، کینیڈا

حضرت چودھری ولی داد خانؓ کے قبول احمدیت کی روئیداد

اللہ تعالیٰ کے لامحدود اور بے شمار افضال جو انوارِ بارش کی طرح مجھ پر نازل ہوئے یہ میرا کمال نہیں بلکہ میرے اسلاف کی تگ و دو اس میں شامل ہے لہٰذا میں نے سوچا کیوں نہ میں اپنے اسلاف کا قبولِ احمدیت کا واقعہ رقمطراز کروں جو ہم سب کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا انتظام فرمایا۔ اس بہار نو میں جن درختوں میں اتنی زندگی تھی کہ وہ اس پاک اور روحانی پانی کو قبول کرسکیں وہ آپ کی برکات سے پھر ہرے ہو گئے۔ اس ذاتِ باری تعالیٰ نے اس قدر شیریں پھل عطا کئے کہ وہ میوؤں سے لد گئے ان پھلوں اور میوؤں سے لدا ہوا ایک زندہ درخت خاکسار کے پڑداداجان چودھری ولی داد خان رضی اللہ عنہ تھے جو صحابی کا درجہ حاصل کرنے سے نور علیٰ نور ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و احسان کا ذکر کرتے ہوئے ان صدق بھری روحوں کے متعلق فرمایا:

"میں اس بات کے اظہار اور اس کا شکر ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلقِ اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ کے اپنے خاص احسان سے یہ صدق بھری روحیں مجھے عطا کیں"

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 35)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے مجھے یہ مضمون لکھنے کی طرف مزید راغب کیا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اپنے بزرگوں کی نیکیوں کو یاد رکھنا اور ان کے احسانات کو یاد کرکے ان کے لیے دعائیں کرنا ایک ایسا خلق ہے جس کو ہمیں صرف اجتماعی طور پر نہیں بلکہ ہر گھر میں رائج کرنا چاہیے اس لیے ہر خاندان کو اپنے بزرگوں کی تاریخ اکٹھا کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے ان کی مثالوں کو زندہ کرنے کے لیے ان کے واقعات کو محفوظ کریں پھر اپنی نسلوں کو بتایا کریں کہ وہ لوگ جو تمہارے آباؤ اجداد تھے کن حالات میں کس طرح وہ خدمتِ دین کیا کرتے تھے؟ ان کا اوڑھنا بچھونا کیا تھا؟ اور ان کے انداز کیا تھے؟"

(خطبہ جمعہ 17 مارچ 1989)

میرے پڑداداجان کا نام چودھری ولی داد خان صاحب تھا ان کے والدمحترم کا نام ملک خان صاحب تھا۔ قوم کے راجپوت ساکن مراڑہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ آپ محکمہ انہار میں پٹواری کے عہدہ پر فائز تھے۔ کچھ عرصہ کے لئے آپ کی تعیناتی ضلع لائل پور (حال فیصل آباد) میں ہوئی۔ آپ ان دنوں احمدیت میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ اتفاق سے آپ کے دفتر کے سامنے ایک احمدی پٹواری کا دفتر تھا ان کے پاس البدر اخبار روزانہ آتا تھا جسے پڑھنے کے بعد وہ پڑداداجی کے پاس رکھ دیتا مگر آپ بغیر اخبار پڑھے اسے واپس کر دیتے۔ یہ سلسلہ کئی مہینوں تک چلتا رہا۔ میاں جی (پڑداداجی کو سب گاؤں والے میاں جی کہتے تھے) احمدیت کی طرف مائل ہونا نہیں چاہتے تھے لہٰذا کوئی جماعتی پمفلٹ دیکھنا بھی انہیں گوارا نہ تھا۔ اتفاق سے احمدی پٹواری ایک دن چھٹی پر تھا جونہی پوسٹ مین ان کے آفس میں البدر اخبار رکھ کر گیا آپ نے فوراً وہاں سے اٹھا لی اور چند لمحوں میں نہ صرف اخبار کو دیکھا بلکہ شروع سے آخر تک ساری اخبار پڑھ ڈالی۔ اس واقعہ کا ذکر میاں جی یوں فرماتے ہیں

"1907ء میں میں بمقام بنگلہ خدایار ضلع لائل پور میں سب ڈویژن آفیسر کی پیشی میں مثل خواں تھا اتفاق سے شیخ اصغر علی صاحب احمدی کلرک تبدیل ہو کر وہاں آ گئے۔ اخبار بدر ان کے نام آتا تھا میں ان سے لے کر میں پڑھنے لگا۔ بلکہ شیخ صاحب نے کہا کہ مجھے کام کی کثرت رہتی ہے آپ اونچی آواز میں پڑھ کر سنا دیا کریں۔ شیخ صاحب کے نیک نمونے نے مجھ پر بہت اچھا اثر کیا۔"

(الحکم 21 اگست 1935 صفحہ 10)

انہی دنوں ایک اور واقعہ رونما ہوا جو میاں جی کو احمدیت کے قریب کرنے کا باعث بنا۔

کوٹ مومن (سانگلہ ہل) کے رئیس ملک شیر علی نہری پانی فصلوں کو لگانے کے لئے درخواست دینے آئے۔ میاں جی نے وعدہ کیا کہ میں انصاف سے کام لوں گا جو آپ کا حق بنتا ہے اسی طرح کروں گا کسی سے زیادتی کا مت سوچنا۔ ملک شیر صاحب نے نہایت دیدہ دلیری سے جواب دیا۔

"جناب میں احمدی ہوں اور کسی قسم کی بددیانتی کی آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔"

اسی طرح آپس کی ملاقاتیں دوستی میں تبدیل ہوتی گئیں۔ دونوں احمدی احباب اور میاں جی کا آپس میں مذہب پر اظہار خیال بھی ہوتا اور بحث مباحثہ میں زندگی کی گاڑی یونہی رواں دواں تھی کہ میاں صاحب نے تین رات مسلسل ایک خواب دیکھی کہ لوگ کہتے ہیں کہ مسیح آ گیا ہے اس کی تین نشانیاں ہیں پہلی یہ کہ اس کے ماتھے پر جو پسینہ ہے وہ موتیوں کی طرح چمک رہا ہے دوسری یہ کہ ان کے چلنے کی رفتار اس قدر تیز ہوتی ہے کہ ساتھی احباب جو حضور کے ساتھ ہیں وہ قدم نہیں ملا پاتے حالانکہ وہ بھاگ بھاگ کر ساتھ ملنے کی کوشش کرتے ہیں مگر پھر بھی مل نہیں پاتے۔ اور تیسری نشانی یہ دیکھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب وعظ کرتے تو ان کی زبان گول گول گھومنے لگتی۔ میاں جی خواب میں ہی مہدی کو دیکھنے جاتے ہیں مگر رش کی وجہ سے جگہ مل نہیں پاتی تو وہ پچھلے دروازے کی طرف چلے جاتے ہیں کچھ دیر کے بعد وہاں سے ایک شخص نکلتا ہے اس میں یہ تینوں نشانیاں موجود تھیں۔

میاں جی فوراً چھٹی لے کر قادیان پہنچے اور جب یہ تینوں نشانیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں دیکھیں تو بیعت کا اظہار کر دیا۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا "کچھ دن مزید دیکھو میری کتابیں پڑھو پھر بیعت کرنا" لیکن میاں جی بیعت کر کے واپس سیالکوٹ آئے۔ گھر پہنچ کر اپنی اہلیہ محترمہ سے پنجابی میں بولے "میں تے جو پانا سی پا لیا"۔

بیگم نے پوچھا "میاں تو کی پالیا"۔ میاں جی نے اپنی بیعت کا حال سنایا اور کہا تم جس کی بیعت کرنا چاہتی ہو کر لو۔ فرمانبردار بیوی نے کہا "جس مسیح کی آپ نے بیعت کی ہے میں بھی اسی کی کروں گی۔ میاں جی کو اپنی اطاعت گزار اور سادہ مزاج بیوی سے اسی جواب کی توقع تھی آپ بیعت فارم ساتھ لے کر آئے تھے لہٰذا فوراً پُر کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ بے بے جی کا نام بیگم بی بی تھا دونوں بزرگ 313 صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل تھے اور صحابہ کرام میں ان کا نمبر 15 اور 20 ہے۔

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ 17 دسمبر 2010ء میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں نے جو بعض روایات لی ہیں ان میں سے پہلی روایت حضرت ولی داد خان صاحب کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دسمبر 1902ء میں جلسہ سالانہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی تھی اور تاریخ جلسہ سے ایک دن پہلے رات کو قادیان پہنچا تھا صبح جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گھر سے باہر تشریف لانا تھا تو میں نے دیکھا کہ مسجد مبارک کے باہر بہت بڑا ہجوم ہے آدمی ایک دوسرے کے اوپر گر رہے تھے۔ میں چونکہ نووارد تھا میں دوسری گلی پر کھڑا ہو کر دعا مانگ رہا تھا کہ اے مولا کریم! اگر حضور علیہ السلام اس گلی سے تشریف لے آویں تو سب سے پہلے میں مصافحہ کرلوں اسی وقت کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد اسی رستہ سے تشریف لے آئے۔ کہتے ہیں کہ یکلخت مجھے ایسا معلوم ہوا جس طرح سورج بادل سے نکلتا ہے اور روشنی ہو جاتی ہے۔ میں نے دوڑ کر سب سے پہلے مصافحہ کیا۔ حضور آریہ بازار کے راستے باہر تشریف لے گئے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ نواب محمد علی خان صاحب کے باغ کا جو شمالی کنارہ ہے وہاں سے حضور واپس مڑے۔ غالباً مسجد نور یا مدرسہ احمدیہ کی مغربی حد ہے وہاں حضور بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اردگرد جمع تھے اور میر حامد شاہ صاحب مرحوم سیالکوٹی نے کچھ اپنی بنائی ہوئی نظمیں سنائیں"

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 84 روایت حضرت چوہدری ولی داد خان صاحب رضی اللہ عنہ۔ غیر مطبوعہ)

میاں جی اپنی شخصیت میں ایک مکمل انسان تھے مہمانوں کا پرتپاک خیر مقدم کرنے والے اور عزت و احترام دینے والے تھے۔ ایک روز چند لوگوں کا قافلہ آدھی رات کے وقت شدید بارش اور طوفان میں گھیرا گیا۔ انہوں نے ایک دروازے پر دستک دی اور رات گزارنے کی درخواست کی۔ گھر کا مالک احمدیت کا شدید مخالف تھا اس نے میاں جی کے گھر کی طرف اشارہ کیا کہ ادھر چلے جاؤ اور خود تماشہ بینوں کی طرح باہر کھڑا ہو گیا۔ میاں جی نے نہ صرف اپنے گھر ٹھہرایا، بلکہ پہلے گرم پانی کروا کر دیا تاکہ غسل کرسکیں پھر اپنے صاف کپڑے پہننے کے لیے دیئے۔ کھانا اور گرما گرم چائے سے تواضع کی اور شاندار لحاف بستر کے طور پر پیش کئے۔

چند یوم ہی گزرے تھے کہ میاں جی کے ساتھ والے کمرے کی چھت پھاڑ کر چور گھر میں داخل ہوئے۔ نیچے اترتے ہی انہیں یاد آ گیا کہ یہ وہی کمرہ ہے جس میں ہم نے رات بسر کی تھی۔ لہٰذا وہ میاں جی سے معذرت کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گیارہ یتیم بچوں کی کفالت کرنے کا موقع دیا۔ آپ نے نہ صرف ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ بلکہ احمدیت کی نعمت سے بھی مالا مال کیا۔ آپ کی بہن جوانی میں بیوہ ہوگئیں۔ تین چھوٹے چھوٹے

بچوں کا ساتھ اور سسرال والوں کی زیادتیاں آپ برداشت نہ کر سکے۔ اپنی بہن اور بچوں کو اپنے گاؤں لے آئے گھر کی چابیاں بہن کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے انہیں فرمایا:

”آج سے تم سارے گھر کی مالک ہو اور ہم تمہارے غلام تمہارے حکم کے بغیر اس گھر میں کوئی کام نہیں ہوگا“

بھانجوں نے ماموں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے احمدیت کا انتخاب کیا۔ میاں جی نے ان کی شادیاں احمدی گھرانوں میں کرائیں۔ ان میں ایک بزرگ میرے پیارے نانا جان چوہدری عبد الکریم صاحب مرحوم دارالبرکات تھے۔ ایک جنرل اختر حسین ملک صاحب مرحوم کے سسر چوہدری عبد الغفور صاحب مرحوم تھے۔

اس دور کے مطابق گھر کے پہلے حصے میں میاں جی کی رہائش تھی۔ انہوں نے اپنے دو کمرے نماز سینٹر بنا دئے۔ لہذا گاؤں کے تمام احمدی مرد، خواتین اور بچے وہاں پنجوقتہ نمازیں، نماز جمعہ، نماز تراویح اور نماز عیدین ادا کرتے۔ نماز عید کے بعد سب کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کرتے۔

ایک بار کسی عزیز نے پوچھا ”آپ نے وقت کے امام کو کیسے پہچان لیا تھا آپ نے فرمایا ان کا چہرہ ایسی کھلی کتاب کی طرح تھا کہ جس پر نگاہ ڈالتے ہی ذہن کی تمام گرہیں کھل گئی تھیں!

مرحوم نہایت متقی، فراست و بصیرت کے مالک اور صائب الرائے بزرگ تھے۔ سلسلے کے کاموں میں دلچسپی لیتے تھے مرکز کے ساتھ بے حد لگاؤ تھا۔ طبیعت نہایت سادہ، سیدھی، کھری اور سچی بات کرنے میں عار محسوس نہ کرتے۔ عمر بھر اصولوں کو مدنظر رکھا۔ الہامی دعائیں کثرت سے یاد تھیں اور ہر وقت پڑھتے رہتے۔ بیماروں کی تیمارداری کو فوراً حاضر ہوتے۔ مومنانہ فراست کے مالک، مخلص، محنتی اور شعائرِ اسلام کے پابند تھے۔ مشکلات سے گھبراتے نہیں تھے۔ ہزاروں دقتوں کے باوجود دعاؤں کے ساتھ کام جاری رکھتے۔

خلافت ثانیہ کے انتخاب سے پہلے تین بار خواب میں دیکھا ”محمود خلیفہ ہوگا“

جب حضرت مرزا بشیر الدین محمود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریک جدید کا اعلان کیا تو آپ دورِ اول میں پہلے دس سال کا چندہ ادا کرنے والوں کی فہرست میں شامل تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے دستِ مبارک سے آپ کو خط لکھا جو کہ قارئین کے پڑھنے کے لیے اٹیچ کر رہی ہوں۔

قادیان اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم 23 نبوت 1323ہش

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

جبی فی اللہ چوہدری ولی داد خان صاحب مراڑہ تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ نے تحریک جدید کے دور اول کے پہلے دس سال کا چندہ بہ تمام و کمال ادا کر دیا ہے جس کی تفصیل دفتر کے ریکارڈ کی رو سے مندرجہ ذیل ہے۔

سال اول۔ سال دوم۔ سال سوم۔ سال چہارم۔ سال پنجم

25 20 20 20 20

سال ششم۔ سال ہفتم۔ سال ہشتم۔ سال نہم۔ سال دہم

20 21 20 28 26 روپے

اس پر آپ کو مبارک باد دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ نے تبلیغ اسلام کی مستقل بنیاد رکھنے میں جو قربانی کی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اسلام اور احمدیت کے لئے جن اہم قربانیوں کی آئندہ ضرورت پیش آئے اللہ تعالیٰ ان میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی آپ کو توفیق بخشے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ آپ کے اور آپ کی نسل کے ساتھ رہے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

12 اکتوبر 1958ء میں یہ پیارا وجود ہمیں داغِ مفارقت دے گیا۔ سال ہا سال گزرنے کے باوجود یہ وجود ہمارے لئے اتنا ہی قیمتی ہے جتنا کہ پہلے۔ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میرا نام پیارے پڑدادا جان صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھا۔ خدا کرے کہ میں جماعتی خدمات احسن طریقے سے کر کے آپ کے نام کو روشن کرسکوں۔ آپ کی وفات جن دنوں ہوئی مون سون کی بارشوں کی وجہ سے ضلع سیالکوٹ سیلاب میں ڈوبا ہوا تھا آپ خدا کے فضل سے موصی تھے مگر حالات ایسے نہ تھے کہ آپ کو ربوہ پہنچایا جاتا لہٰذا امانتاً گاؤں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ چھ ماہ کے بعد جب آپ کے تابوت کو ربوہ لے جانے کے لیے نکالا گیا تو سارا گاؤں جمع تھا کہ اس مرزا کی حالت کا اب پتہ چلے گا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ تابوت کے ساتھ جسم کا بھی نام ونشان نہیں ہوگا مگر قربان جاؤں اس ہستی باری تعالیٰ کے تابوت کو کسی چیونٹی نے چھوا تک نہیں تھا۔ شیشے میں سے میاں جی کا چہرہ یوں تروتازہ نظر آرہا تھا جیسے آج ہی وفات ہوئی ہو۔ آخر انہوں نے سچے مسیح کو پہچانا تھا پھر قطعہ نمبر 7 میں مدفون ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں آپ پر ہر آن اپنے افضال کی بارش برساتی رہیں۔

ہمارا گاؤں مراڑہ جو کہ ایک غیر معروف گاؤں تھا، احمدیت کی وجہ سے اسے دور دور تک شہرت ملی۔ جماعت احمدیہ کی کئی نامور ہستیوں کا تعلق اس گاؤں سے قائم ہوا۔ مکرم ڈپٹی میاں شریف صاحب کی بیٹی ڈپٹی سیکرٹری چوہدری سردار احمد خان سے بیاہ کر آئیں۔ مکرم سردار عبد الرحمان صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی ڈاکٹر محمودہ نذیر اس گاؤں کی بہو بنی۔ جنرل اختر حسین ملک میاں جی کے بھانجے سے بیاہے گئے۔ خالدِ احمدیت عبد الرحمان خادم کی دو بیٹیاں اس گاؤں کی زینت بنیں۔ مولوی چراغ دین صاحب مربی سلسلہ کی دو بیٹیاں مراڑہ میں بیاہی گئیں۔ مربی سلسلہ عبد الشکور صاحب کو اس گاؤں کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔ یوں احمدیت کی برکت سے اس گاؤں کا نام دور دور تک پہنچ گیا۔

آخر میں دعا کرتی ہوں کہ خدا کرے ہم اس قندیلوں کو اپنے سینوں میں روشن کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کے وارث بنیں۔ اپنے بزرگوں کی قربانیوں کا حق ادا کر کے ان کے نقشِ قدم پر چلنا نصیب ہو اور ہماری نسلیں ان کی نیک نامی کا باعث بنیں۔ آمین اللھم آمین۔

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

کہ محمدؐ ایک پُرفن اور فطرتی شخص اور جھوٹے دعویدارِ نبوت تھے اور ان کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تودہ ہے، اب یہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی چلی جاتی ہیں“۔ کہتا ہے ”جو جھوٹ باتیں متعصب عیسائیوں نے اس انسان یعنی (آنحضرتؐ) کی نسبت بنائی تھیں اب وہ الزام قطعاً ہماری رُوسیاہی کا باعث ہے اور جو باتیں اس انسان (یعنی آنحضرتؐ) نے اپنی زبان سے نکالی تھیں، بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے لئے بمنزلہ ہدایت کے قائم ہیں“۔ (جب یہ انیسویں صدی میں تھا، اُس وقت کی باتیں ہیں)۔ ”اس وقت جتنے آدمی محمدؐ پر اعتقاد رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کسی کے کلام پر اس زمانے کے لوگ یقین نہیں رکھتے۔ میرے نزدیک اس خیال سے بدتر اور ناخدا پرستی کا کوئی دوسرا خیال نہیں ہے کہ ایک جھوٹے آدمی نے یہ مذہب پھیلایا“۔ (یعنی یہ بالکل غلط چیز ہے)۔

Six Lectures on Heroes, Hero-Worship and the Heroic)
(in History by Thomas Carlyle

پھر ایک فرنچ فلاسفر لامارٹین (Lamartine) اپنی کتاب ’ہسٹری آف ٹرکی‘ (History of Turkey) میں لکھتا ہے کہ: ”اگر کسی شخص کی قابلیت کو پرکھنے کیلئے تین معیار مقرر کئے جائیں کہ اُس شخص کا مقصد کتنا عظیم ہے، اُس کے پاس ذرائع کتنے محدود ہیں اور اُس کے نتائج کتنے عظیم الشان ہیں تو آج کون ایسا شخص ملے گا جو محمدؐ سے مقابلہ کرنے کی جسارت کرے۔ دنیا کی شہرہ آفاق شخصیات نے صرف چند فوجوں، قوانین اور سلطنتوں کو شکست دی۔ اور انہوں نے محض دنیاوی حکومتوں کا قیام کیا اور اُن میں سے بھی بعض طاقتیں اُن کی آنکھوں کے سامنے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئیں۔ مگر محمدؐ نے نہ صرف دنیا کی فوجوں، قوانین، حکومتوں، مختلف اقوام اور نسلوں بلکہ دنیا کی کل آبادی کے ایک تہائی کو یکجا کر دیا۔ مزید برآں اُس نے قربان گاہوں، خداؤں، مذاہب، عقائد، افکار اور روحوں کی تجدید کی۔ محمدؐ کی بنیاد صرف ایک کتاب تھی جس کا حرف حرف قانون بن گیا۔ اُس شخص نے ہر زبان اور ہر نسل کو ایک روحانی تشخص سے نوازا“۔

پھر لکھتا ہے: ”محمدؐ ایک فلسفہ دان، خطیب، پیغمبر، قانون دان، جنگجو، افکار پر فتح پانے والا، عقلی تعلیمات کی تجدید کرنے والا، بیسیوں ظاہری حکومتوں اور ایک روحانی حکومت کو قائم کرنے والا شخص تھا۔ انسانی عظمت کو پرکھنے کا کوئی بھی معیار مقرر کر لیں، کیا محمدؐ سے بڑھ کر بھی کوئی عظیم شخص پیدا ہوا؟“

(History of Turkey by A.De Lamartine, New York: D. Appleton and Company, 346 & 348 Broadway, 1855. vol.1 pp.154 – 155)

(خطبہ جمعہ 5/ اکتوبر 2012ء)

مبشر احمد ظفر

اظہار علی الغیب اور ایمان افروز واقعات

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندہ کو نبوّت اور رسالت کے مقام پر فائز فرماتا ہے تو دنیا پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ وجود میری نمائندگی میں مبعوث ہوا ہے، اسے اپنی صفات کا چوغہ پہناتا ہے۔ جب وہ صفاتِ الٰہیہ ایک نبی اور رسول کے توسّط سے ظہور پذیر ہوتی ہیں تو کئی لوگوں کو ایمان لانے کا موقع نصیب ہوتا ہے اور مومنوں کے لئے ایسے واقعات ازدیادِ ایمان کا باعث بنتے ہیں۔ اُن صفاتِ خداوندی میں سے ایک اہم صفت امورِ غیبیّہ پر اطلاع پانا ہے۔یعنی خداوند کریم اپنے رسولِ مقبول کوحسبِ ضرورت غیب کی خبریں عطا کرتا ہے۔ جیسے فرمایا:

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ﴿ۙ۲۷﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّہٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ رَصَدًا ﴿ۙ۲۸﴾

(الجن: 27-28)

ترجمہ:وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ کسی کو اپنے غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا بجز اپنے برگزیدہ رسول کے، پس یقیناً وہ اس کے آگے اور اُس کے پیچھے حفاظت کرتے ہوئے چلتا ہے۔

ذیل کی سطور میں اسی قبیل کے چند ایمان افروز واقعات ہدیہ قارئین ہیں۔

معاہدہ کی تحریر کو دیمک کھا گئی

نبوّت کے ساتویں سال مشرکینِ مکّہ نے اشاعتِ اسلام کو روکنے کیلئے ایک یہ تدبیر سوچی کی آنحضورؐ اور آپ کے خاندان کے خلاف بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ تمام قبائل نے سوشل بائیکاٹ کا ایک معاہدہ تحریر کیا جس کے اہم نکات یہ تھے۔

1. قریش کا کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے قربت نہیں کرے گا۔
2. ریش کا کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے خرید وفروخت نہیں کرے گا۔
3. ریش کا کوئی شخص خاندان بنی ہاشم کے پاس خور ونوش کا سامان نہیں بھیجے گا۔

جب تک بنی ہاشم محمد کو ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔

آنحضورؐ کے چچا حضرت ابو طالب مجبور ہو کر اپنے خاندان بنی ہاشم کے ساتھ شعب ابی طالب میں پناہ گزیں ہو گئے اور تین سال تک اُس حصار میں بسر کئے۔

ایک روز آنحضورؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے کہا اے چچا! میرے ربّ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ قریش کے معاہدہ بائیکاٹ کی تحریر کو سوائے اللہ کے نام کے دیمک کھا گئی ہے۔

حضرت ابو طالب اُسی وقت قریش کے پاس گئے اور کہا اے گروہ قریش! میرے بھتیجے محمدؐ نے اپنے اللہ سے اطلاع پا کر بتایا ہے کہ تمہارے بائیکاٹ کے معاہدہ کی تحریر کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر تمہارے پاس ہمارے قطع تعلق کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

جب معاہدہ کی تحریر منگوا کر دیکھی گئی تو وہ واقعی دیمک کی نذر ہو چکی تھی۔ تب قریش کے رئیس مطعم بن عدی نے معاہدہ کی بچی کچھی دستاویز چاک کر دی اور دیگر روسائے قریش کے ہمراہ مسلّح ہو کر بنو ہاشم کے پاس گئے اور اُنہیں شعب ابی طالب سے نکال لائے۔

(سیرت ابن ہشام جلد اوّل صفحہ 413-414)

اُن درہموں کا کیا ہوا جو آپ اُمّ الفضل کے پاس رکھ آئے ہو؟

غزوہ بدر میں مشرکین قریش کے ساتھ آنحضورؐ کے چچا حضرت عبّاس بن عبد المطلب اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث سمیت گرفتار ہوئے تھے۔ دربارِ رسالت نے قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کرنے کا فیصلہ کیا۔ فدیہ کی رقم حسب مراتب ایک ہزار درہم سے لیکر چار ہزار درہم تک تھی۔

جب حضرت عبّاسؓ سے فدیہ کی رقم کا تقاضا کیا گیا تو اُنہوں نے ناداری کا عذر کیا اور کہا اے محمدؐ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا چچا فدیہ کی رقم کی ادائیگی کی خاطر گدائی کرے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عباس! اُن درہموں کا کیا کرنا ہے جو آپ بوقتِ روانگی امّ الفضل کے پاس رکھ کر آئے ہو۔حضرت عبّاسؓ نے نہایت تعجّب سے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا میرے اللہ نے مجھے بتایا ہے۔اس پر حضرت عباسؓ نے کہا۔ آپؐ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں۔بالآخر حضرت عبّاسؓ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کے فدیہ کی بھاری رقم ادا کر کے رہائی پائی۔

(تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ 77)

اے عمیر! کیا تم صفوان سے میرے قتل کا وعدہ کر کے نہیں آئے؟

عمیر بن وہب قریش میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ صفوان بن امیّہ کے چچا زاد تھے۔غزوہ بدر میں مشرکین قریش کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔شکست کے بعد خود تو مکّہ لوٹ گئے تھے تاہم اُن کا بیٹا وہب بن عمیر قید ہو گیا تھا۔بدر کی شکست کے بعد عمیر اور صفوان بیٹھے بدر کی شکست کا ماتم کر رہے تھے۔عمیر نے کہا مجھ پر کچھ قرض ہے۔ نیز بال بچے بھی ہیں۔ ورنہ میں مدینہ جا کر محمدؐ کو قتل کر ڈالتا۔یہ سن کر صفوان نے کہا تمہارا قرض اور بال بچے میرے ذمہ رہے۔صفوان نے عمیر کو ایک زہر آلود اور صیقل کی ہوئی تلوار دے کر مدینہ روانہ کر دیا۔

جب عمیر مدینہ پہنچا تو حضرت عمر بن خطابؓ نے اُسے دیکھ کر آنحضورؐ کو اطلاع کر دی۔رسول اکرمؐ نے عمیر بن وہب کو طلب کر لیا اور پوچھا اے عمیر! تم یہاں کیوں آئے ہو؟ اُس نے کہا میں اپنے قیدی رہا کرانے آیا ہوں۔آنحضورؐ نے پوچھا پھر یہ تلوار کیوں لائے ہو؟ عمیر نے کہا یہ کم بخت بدر کے دن ہمارے کس کام آئی تھی جو اب کام آئے گی؟ رسول کریمؐ نے دریافت فرمایا۔تم نے حطیم کے پاس بیٹھ کر صفوان بن امیّہ کے ساتھ کیا شرائط طے کی ہیں؟ عمیر نے صاف انکار کر دیا۔رسول کریمؐ نے فرمایا کیا تم نے صفوان بن امیہ سے قرض کی ادائیگی اور بچّوں کی کفالت کے عوض میرے قتل کا وعدہ نہیں کیا؟ عمیر نے اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا اور کہا یا رسول اللہ جو شرائط میرے اور صفوان کے مابین حطیم کے اندر طے ہوئی تھیں کسی کو خبر نہ تھی۔ جب مشرکینِ مکّہ کو عمیر کے مسلمان ہونے کی خبر ملی تو مایوس ہو کر رہ گئے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد دوم صفحہ 689-690)

اے اللہ! ہمارے حالات کی خبر اپنے نبی کو کر دے

رسول کریمؐ نے عاصم بن ثابت کی امارت میں ایک مہم کیلئے دس صحابہ کرامؓ کی جماعت روانہ کی۔ جب یہ صحابہ کرامؓ مقام ہدہ (رجیع) پہنچے تو قبیلہ ھذیل کے خاندان بنولحیان کے سو تیر انداز صحابہ کرامؓ کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ اندریں صورت صحابہؓ ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے۔ الغرض صحابہؓ دشمن کے نرغہ میں پھنس چکے تھے۔تب حضرت عاصم بن ثابتؓ نے دعا کی اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْعَنَّانَبِیِّکَ اے اللہ! ہمارے حالات کی خبر اپنے نبی کو کر دے۔بالآخر دشمنوں نے حضرت عاصم بن ثابتؓ سمیت آٹھ صحابہؓ کو شہید کر دیا۔ اُدھر آنحضورؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو اُسی دن شہداء کے سانحہ کی خبر دے دی تھی۔

یہ واقعہ شہادت چار ہجری کو بمقامِ رجیع ہوا تھا۔اس سے قبل حضرت عاصم بن ثابت نے دو ہجری کو غزوہ بدر میں مکّہ کے سردار عقبہ بن ابی معیط کو واصل جہنّم کیا تھا اور تین ہجری کو غزوہ اُحد میں سلافہ بنت سعد کے دو بیٹوں سافع بن طلحہ اور جلاس بن طلحہ کو قتل کیا تھا۔ اُس وقت ان کی ماں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر خدا نے مجھے قدرت دی تو عاصم کے کاسہ سر میں شراب پیوں گی۔

جب قریش کو معلوم ہوا کہ عاصم بن ثابت شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے عاصم کا سر لینے کیلئے اپنے چند آدمی بھیجے تا کہ سلافہ کے ہاتھ فروخت کر کے ایک خطیر رقم وصول کی جائے۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ اللہ جلّ شانہ نے اُن کی لاش کی حفاظت کیلئے زنبوروں کی فوج بھیج دی۔ بعد ازاں رات کو بارش کا ریلہ آیا اور لاش کو بہا کر لے گیا۔ یہ اس لئے ہوا تھا کیونکہ عاصم نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ کسی مشرک کو مس نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کو کوئی مشرک مسّ کرے گا۔

(بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر 3989) (اسد الغابہ جلد دوم صفحہ 123-124)

بشریٰ بختیار خان۔لندن

امانت

ہم نے ہزاروں سال کا سفر کر کے جو سب سے بڑی کامیابی حاصل کی وہ تہذیب کا حصول تھا، ہم پتھروں میں رہنے والے کچا گوشت کھانے والے ننگے گھومنے والے اور ایک دوسرے کی تمیز نہ رکھنے والے آہستہ آہستہ پتھروں سے مکان بنانے لگے آگ جلا کر گوشت بھون کر کھانے لگے درختوں کے بڑے پتوں سے اپنا جسم ڈھانکنے لگے اور ایک دوسرے کی تمیز بھی کرنے لگے، یہ اس زمین کے باسیوں کی سب سے بڑی کامیابی تھی اور سب سے پہلی کامیابی، ہم جانور شکار کرنے والے لوگ جانور سدھانا سدھارنا سیکھ گئے فصلیں اگانا گھر بنانا اور خاندان کی شکل میں رہنا سیکھ گئے بستیاں آباد ہوتی گئیں شہر بستے گئے علم کی دریافت ہوئی عقل اور ادراک کے پردے کھلنے لگے ہم رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے اس اکیسویں صدی میں آن پہنچے ہیں جہاں سب کچھ ممکن ہے سوائے موت کی شکست کے۔

آج میں نے اپنی گفتگو کا آغاز اس اجڈ اور گنوار ماحول کے آغاز سے کیا جو انسان کی سب سے پہلی مشق تھی، ہم رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے کمال تک آئے اور مجھے لگتا ہے اب ہم پھر سے ذہنی و اخلاقی پستی کا سفر شروع کر چکے ہیں اور شاید یہ پستی اُس پستی سے خطرناک ہو جو کہ ماضی میں صرف مادی حوالے سے تھی، ہم آج کل اپنے آپ پر نظر دوڑانے کے بھی قابل نہیں رہے. ہم اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتے ہوئے صرف چہرے پہ نظر گھماتے ہیں خود سے نظریں نہیں ملاتے؟ ایسا کیوں ہے؟ ہمارے بچے بڑے بڑے سکولوں میں پڑھتے ہیں ہم ترقی یافتہ ممالک میں رہتے ہیں ہمارے اردگرد سب کچھ موجود ہے جس کا انسان نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا لیکن جو بات سوچنے کی ہے وہ یہ کہ ہم اس دوڑ میں جیتنے کے لیے اتنا آگے نکل چکے کہ ہم اپنی پہچان اپنی ذات اپنا آپ اپنا اخلاق اپنے اطوار اپنا مذہب اپنے رشتے اپنا خون اپنے وہ سب علوم جو انسانی و اخلاقی حوالے سے تربیت کرتے تھے وہ سب کہیں پیچھے چھوڑ آئے ہیں اور یہ کہنا بالکل غلط نہ ہوگا کہ ہم خود کو کہیں پیچھے چھوڑ آئے ہیں، اس میں مبالغہ نہیں کہ انسانی ذات کا بوجھ سب سے زیادہ ہوتا ہے اور اس کو ساتھ ساتھ اٹھا کر انسان تیز نہیں دوڑ سکتا، تو ہم نے بھی اپنی انسانیت کا بوجھ کہیں اتار پھینکا اور صرف ترقی کی دوڑ میں ایک اندھی گلی میں دوڑتے چلے جارہے ہیں۔

ہم اپنے بچوں کو کیا تربیت دے رہے ہیں، کیا آپ سکول سے باہر کھڑے ہو کر باہر نکلتے بچوں کو دیکھتے ہیں؟ آپ کو وہ بچے نہیں بلکہ چلتی پھرتی تہذیب و تربیت نظر آئیں گے، جس طرح کی تربیت ہو گی بالکل ویسے ہی بچے، ہمارا معاشرہ اس وقت افراتفری کا شکار ہے اور جو خوف وہراس اور سراسیمگی کا عالم ہے اس کا اثر بچوں پر بھی پڑتا ہے، کچھ خوف زدہ ہیں تو کچھ خاموش، کچھ اچھل کود رہے ہیں تو کچھ کسی سے لڑ رہے ہیں، آج کل انٹرنیٹ اور میڈیا نے جس قدر نئی نسل کو اپنی حدود میں جکڑا ہوا ہے وہ شاید پچھلے دور میں کسی ظالم و جابر بادشاہ کے قیدیوں کو بھی ایسا نہیں جکڑا جاسکا ہوگا، جو بچے آج کل اپنے والدین کی نہیں مانتے تو آپ کیسے امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ ریاست اور ملکی قوانین کو مانیں گے اور معاشرے کی بہتری کے لیے اثر انداز ہوں گے۔

اس مشینی دور میں ساتھ بیٹھے دو ساتھی بھی ایک دوسرے سے اس قدر دور ہوتے ہیں کہ ان کے درمیان صرف سمجھوتہ تو ہوسکتا ہے کوئی جذباتی رجحان نہیں، یہ معاشرہ جذبات سے عاری ہو چکا اخلاق سے خالی ہو چکا، ساتھ چلنے والے کب کہاں اپنا رستہ بدل لیں اس کا کسی کو علم نہیں، گھر سے بھاگے ہوئے پیار کرنے والے جوڑے بھی درمیان میں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں سانسوں کے وعدے کرنے والے لمحوں میں ساتھ چھوڑنے لگے ہیں، ایک ہی گھر میں رہنے والے ایک دوسرے کے حال سے واقف نہیں ہوتے، ایک ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہوئے جب خاموشی رہے تو اس وقت سمجھ لیں کہ گھر میں دیوار ہو نہ ہو دل میں دیوار اٹھ چکی، اپنے لیے سوچتے تو بھی اچھا تھا لیکن یہ عجیب دور ہے کہ سب ایک مایوسی کے خلا میں گھورتے ہوئے راہِ فرار چاہتے ہیں، ہر انسان چاہتا ہے کہ وہ صرف وہ رہے اور باقی سب ختم ہو جائیں، یا پھر وہ کہیں ایسی جگہ چلا جائے جہاں صرف اس کے علاوہ کوئی نہ ہو۔

ہم جب اس معاشرے کے آخری لوگوں میں سے ہیں جو کتاب کو پڑھنے والوں میں سے ہیں جنہوں نے پڑھائی کے لیے پرانی کتابیں خریدیں جنہوں نے ریڈیو سنا جنہوں نے فوٹوگرافر کے پاس جا کر اپنی تصویریں نکلوائیں، جنہوں نے پیدل سفر کیا جنہوں نے ٹاٹ پہ بیٹھ کر پڑھائی کی جنہوں نے اپنے کلاس روم کی خود صفائی کی جنہوں نے بازار میں کھلونے دیکھ کر منہ پھیر لیا جنہوں نے اساتذہ کے ساتھ بیٹھنا اور گھر کے بزرگوں کو دبانا سعادت سمجھا جنہوں نے گھروں میں پھولوں کی کیاریاں بنائیں ہم وہ ہیں جنہوں نے زندگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آنے والی نسلیں شاید اپنی زندگی ماضی اور مستقبل کو بھی بڑی سکرین پر دیکھیں لیکن وہ مشینی دور میں رہتے ہوئے ان جذبات اور احساسات سے واقف نہ ہوں جن میں ہم نے زندگی اور زندگی کا خیال گزارا، لیکن میرا نہیں خیال کہ یہ امانت ہماری آئندہ نسلوں تک پہنچے گی۔

احمد بلال مغل۔مبلغ سلسلہ سکاسو ریجن، مالی

مالی میں عطیات خون کا تحفہ

جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اپنے منظوم فارسی کلام میں اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

مَرا مطلوب و مقصود و تمنّا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسم ہمیں راہم

اس فارسی شعر کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق خدا کی خدمت کرنا میرا مقصد اور میری خواہش ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے میں سب کچھ کرتا ہوں اور اس کام سے مجھے خوشی ملتی ہے۔ یہی میرے کام ہیں۔ یہی وہ ذمہ داری ہے جو میرے سپرد ہوئی ہے۔ یہی وہ رسم یا طریقہ ہے جو میرا طریقہ ہے اور اس کے کرنے کا یہی وہ راستہ ہے جو میں خود دکھاتا ہوں۔

اسی مقصد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بیعت میں داخل ہونے والے ہر احمدی کے لئے دس شرائط بیعت میں داخل کیا ہے۔

’’نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا‘‘۔

عہد بیعت کے اس مقصد کو پورا کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی جماعتیں خدمت خلق میں مصروف ہیں۔ خدمتِ خلق کا ایک ذریعہ خون کا عطیہ دینا ہے جس سے زندگیوں کو موت کے منہ میں جانے سے بچایا جاتا ہے۔

مؤرخہ 31اکتوبر، 2021 کو خدام الاحمدیہ مالی نے ریجن سکاسو میں خون کے عطیات اکٹھے کرنے کے پروگرام کا انعقاد کیا۔جس میں شہر کے جنرل ہسپتال کی طرف سے ایک ٹیم احمدیہ مشن ہاؤس سکاسو تشریف لائی اور خون کے عطیات اکٹھے کیے، کل 21افراد کو خون عطیہ کرنے کی توفیق ملی جس میں 2غیر از جماعت بھائی بھی شامل ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان افراد کی اس نیک سعی کو قبول فرمائے اور اس کے باثمر نتائج نکالے۔ آمین

جمیل احمد بٹ

بارود بھرے لوگ

3دسمبر کو سیالکوٹ میں ایک انسانی جان کا جس ظلم و بربریت سے زیاں کیا گیا ہے۔ اس سے مذہب کے نام پر خون بہانے کی ملکی تاریخ میں ایک اور سیاہ باب کا افسوسناک اضافہ ہوا ہے۔

جیسے بارودی سرنگیں

مشتعل ہو کر کئی سو افراد کا ایک نہتے فرد پر یوں حملہ آور ہونا اور کسی کا اسے روکنے کی کوشش نہ کرنا اس غیظ وغضب کا مظہر ہے جس نے عوام الناس کے دلوں کو کئی دہائیوں سے دی جانے والی نفرت، عدم رواداری، عدم برداشت کی مسلسل تعلیم، روّیوں اور حمایت نے بھر رکھا ہے۔ بارود بھرے ان لوگوں کو پھٹنے کے لئے کوئی بھی بہانہ کافی ہوتا ہے۔ جیسے وہ بارودی سرنگیں جو دشمن کو نقصان پہنچانے کی غرض سے بچھائی جاتی ہیں اور نظروں سے اوجھل ہونے کے باوجود، وجود رکھتی ہیں اور کسی ٹھوکر پر پھٹ کر نقصان کر گزرتی ہیں۔

تحت الثریٰ کی طرف

اس دین سے تعلق کے دعوے کے ساتھ جس نے ایک انسان کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا اور جس نے حوصلہ، برداشت اور رواداری کی بے مثل تعلیم دی، اور اس عظیم ترین وجود صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جو سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے اور جنہوں نے خود مذہبی رواداری اور برداشت کا حیرت انگیز اسوہ دکھایا حتیٰ کہ غیر مذاہب کے جنازوں کا احترام بھی عملاً کر کے دکھایا۔ آج گرتے گرتے گویا تحت الثریٰ کو پہنچ جانا ایک عبرتناک تاریخ ہے۔

آگ کا عذاب

قرآن کریم میں 145 مقامات پر نار کا ذکر ہے جن میں سے بیشتر جہنم کے حوالے سے ہیں۔ یہ معاملہ تو خیر بعد کا ہے۔ لیکن اپنے وجودوں میں بارود بھرے لوگ جو یہاں بھی ہر دم اپنے آپ کو غیظ وغضب کی آگ میں جلاتے رہتے ہیں۔ کیا وہ اسی دنیا میں عذابِ جہنم سے حصہ تو نہیں پا رہے؟ یہ مقامِ خوف ہے اور اسی لئے مقامِ فکر۔

ذمہ داریاں

اس انجام تک پہنچانے میں دین سکھانے والے، حکومت کرنے والے، قانون بنانے والے، فیصلے کرنے والے، میڈیا والے، خاموش رہ کر تماشا دیکھنے والے، اور خود عقل وخرد کو تج کر ان مفاد پرست ٹولوں کے ہاتھوں کھلونا بننے والے سب یکساں ذمہ دار ہیں۔ ان سب نے اپنے طور بھی اور ایک دوسرے کی مدد کر کے بھی اس زوال میں حصہ ڈالا ہے۔

پہلے ذمہ دار مولوی

جیسا کہ پہلے ہی باخبر کر دیا گیا تھا کہ بعض دین سکھانے والے انسانی سطح سے پست ہو جائیں گے۔ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور اس گروہ نے اپنی اپنی جتھہ بندی اور اس کے تحت دنیا کمانے کے لئے دوسرے عقیدے والوں کے خلاف نفرت اور عدم برداشت کی تعلیم دی اور دے رہے ہیں۔ اکٹھے عبادت نہ کرنے اور سماجی تعلقات نہ رکھنے کی ابتدا نے واجب القتل کے فتووں تک پہنچایا اور اب ''سر تن سے جدا'' کا نعرہ دیا۔ مستشرقین کے طریق پر چلتے ہوئے غیر مستند روایات کے سہارے، محض اپنی اذیت پسندی کی تسکین کے لئے، خون ریزی کا یہ درس دین کی امن وسلامتی کی ضامن تعلیم کے صریحاً برعکس ہے۔

دوسرے ذمہ دار حکومتیں

وہ سب حکومتیں جن کا حصول اقتدار یا اس کے جاری رکھنے کے لئے مذہب کا استعمال وطیرہ رہا ہے۔ وہ جنہوں نے اس غرض سے مقننہ کو استعمال آئین میں دوسری ترمیم کی۔ اور وہ جنہوں نے اس کے تابع بعد میں مزید ایسے قوانین بنائے جنہوں نے نفرت انگیزی اور تعصب کے ان شعلوں کو اور بھی ہوا دی۔ جنہوں نے اسی غرض سے مذہب کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے والے علماء کی سرپرستی کی۔ بلکہ ازخود بھی مفید طلب مذہبی گروہ بنائے، ان کی معاونت کی، ان کی غیر قانونی سرگرمیوں سے صرفِ نظر کئے رکھا اور حسب ضرورت انہیں استعمال کیا۔ جس کے ایک بدنتیجہ میں ملک لمبے عرصہ تک بھیانک دہشت گردی کا شکار رہا ہے۔ یہ سرپرستانہ رویہ مجموعی طور پر نفرت انگیزی کی مہم کے پھیلاؤ کا سبب اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے حکومتی اداروں اور موثر کاروائی میں سب سے بڑی روک ہے۔

تیسرے ذمہ دار مقنّنہ

وہ سب اسمبلیاں جن کے ارکان گو بعد میں وائٹ پیپر اور احتسابی عمل کے کردار رہے ہیں لیکن جنہوں نے اپنے دنیوی مفاد کی خاطر وقت کے حکام کے اشاروں پر اپنے حدود سے تجاوز کرتے ہوئے ایسی قانون سازی کی جو ایک طرف دینی تعلیم کے سراسر برعکس اور مروجہ بین الاقوامی اصولوں سے متصادم تھی وہیں اس نے مذہبی منافرت کو قانون کا درجہ دے دیا۔ اور جنہوں نے ایسے قوانین بنائے جانے کو نہ روکا جن کے تحت پورے ملک میں سے صرف ایک جماعت کی علیحدہ ووٹر لسٹ بنائی جاتی ہے اور بیشتر سرکاری دستاویزات جیسے شناختی کارڈ فارم، پاسپورٹ فارم، پاسپورٹ، تعلیمی اداروں کے داخلہ فارم، اعلیٰ ملازمتوں کے لئے درخواست فارم، ووٹر لسٹ اور اب نکاح ناموں میں بلا ضرورت مذہب کا خانہ شامل کیا گیا ہے۔ جبکہ ان سب کا مقصد کھلے طور پر صرف تفریق اور نفرت کا کاروبار کرنے والوں کے ہاتھ مضبوط کرنا اور آبادی کے ایک حصہ کا استحصال ہے۔

چوتھے ذمہ دار عدلیہ

وہ سب جو انصاف کی کرسی پر بیٹھے تھے لیکن جنہوں نے انصاف اور قانون کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے ان تفریقی قوانین کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ حسب استطاعت ان میں ویسی ہی ایزادیاں بھی تجویز کیں۔ پھر وہ جنہوں نے نفرت انگیز جرائم کرنے والوں کی نہ صرف گرفت نہیں کی بلکہ انہیں آزاد بھی کیا۔ اور وہ بھی جنہوں نے نہ کردہ جرائم کی پاداش میں گرفتاروں کی دادرسی نہ کی اور بسا اوقات ضمانت تک نہ لی۔ اور وہ بھی جنہوں نے ان قوانین کے بے جا استعمال سے کی جانے والی حق تلفیوں کو روا رکھا یا ایسے مقدمات کی ارادتاً شنوائی نہ کی۔ اور یوں ان سب نفرت کا پرچار کرنے والے قانون شکنوں کی حوصلہ افزائی کی۔ کیا تعجب ہے کہ پاکستان کی عدلیہ دنیا بھر کے عدالتی نظاموں میں درجہ آخر پر شمار ہوتی ہے۔

پانچویں ذمہ دار میڈیا

چند مستثنیات کو چھوڑ کر وہ سب پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا جس نے نفرت انگیزی کی مہم میں جھوٹ بول کر یا معمولی واقعات کو بڑھا چڑھا کر غلط رنگ دیا اور دوسری طرف اس مہم کے شکار چھوٹی جماعتوں کے خلاف ظلم و زیادتی کے واقعات سے عمداً آنکھیں بند کئے رکھیں اور ان خبروں کا مکمل بائیکاٹ کیا۔ حتیٰ کہ ان کی جاری کردہ پریس ریلیز کو بھی شائع نہ کیا اور یوں عملاً اس مہم کے موئید ومددگار بنے رہے۔ نیز وہ سب میڈیا جس نے اس نفرت انگیزی کی مہم کے توڑ کے لئے اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی ادائیگی میں عوام کو باہم محبت اور بھائی چارہ کا درس نہ دیا اور تنگ نظری سے عقیدہ کی بنیاد پر تفریق کرنے اور نفرت پھیلانے کی مذمت نہ کی۔

چھٹے ذمہ دار خاموش تماشائی

ملک کے شرفاء کی وہ بھاری اکثریت جس نے بزدلی سے منافقت کی راہ اپنائے رکھی۔ جنہوں نے نجی محفلوں اور ڈرائنگ روم مجالس میں انسانی حقوق اور بھائی چارے کی خوب وکالت کی لیکن بھر زبان بند رکھی۔ وہ ان غلط کاریوں میں براہ راست عملاً شریک تو نہ ہوئے لیکن ان کے خلاف آواز اٹھائی نہ مخالف ردعمل ظاہر کیا اور یوں ان کی خاموش حمایت کی۔ اور اس غلط تاثر کو ہوا دی کہ گویا سارا ملک ہی نفرت انگیزی کی اس مہم میں شریک ہے۔

ساتویں ذمہ دار عوام الناس

وہ سب عام لوگ جو کالانعام بنے رہے۔ جنہوں نے مخالف پروپیگنڈا کو صرف سن کر سچ مان لیا۔ ان کے عقیدے کے صحیح یا غلط ہونے کو جانچا نہ ان کے خلاف سنی سنائی باتوں کو پرکھا۔ اور نہ اس مشاہدہ کو مقدم کیا جو دوسرے عقیدے والوں کے پڑوس میں رہ کر، ساتھ کھیل کر، بچپن سے ساتھ بڑے ہو کر، اسکول اور کالج میں اکٹھے تعلیم پا کر، ملازمتوں اور کاروبار میں اکٹھے وقت گزار، کر رشتے داریاں رکھ کر وہ حاصل کر چکے تھے۔ غرض اپنی عقل کو استعمال نہیں کیا۔ اور آنکھیں بند کر کے روحانی نابیناؤں کے پیچھے چلتے رہے۔ اور جب مولوی نے جو کہا اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ سلام دعا ترک کر دی، میل ملاقات چھوڑ دی، لین اور کاروبار میں الگ کر دیا۔ اور اس بات کو بھول گئے کہ اس حوالے سے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا اسوہ تھا۔

پستی سے نکلنے کی راہ

اس پستی سے نجات کی راہ صرف غلطیوں کی درستگی ہے۔ اس میں کلیدی کردار حکومت کا ہے۔ اسے جہاں خود کو مذہب سے علیحدہ کر کے اپنے ان بنیادی فرائض کو ادا کرنا ہوگا کہ بلا کسی تفریق کے اس کی رٹ قائم ہو۔ بلا استثناء سب فسادی کیفر کردار تک پہنچیں۔ حکومتی مناصب صرف صلاحیت کی بنا پر تفویض ہوں۔ ہر شہری کو بلا لحاظ مذہب وعقیدہ اس کے جملہ حقوق حاصل ہوں۔ وہیں اسے یہ بھی یقینی بنانا ہوگا کہ اسمبلیاں ان سب قوانین کو قلم زد کریں جو مسلمہ بنیادی انسانی حقوق کی نفی کرتے ہیں۔ یا جو ملک کے شہریوں کے درمیان تفریق کرتے ہیں۔ عدالتیں بلا لحاظ عقیدہ سب کو جلد انصاف مہیا کریں اور میڈیا صحافتی اصولوں کے تابع بلا لگی لپٹی اور بلا تفریق آگہی دے۔

حکومتی سطح پر مثبت پیش رفت شہریوں کے لیے بھی درست راہ متعین کرے گی اور رفتہ رفتہ ان میں اختلاف عقیدہ کی برداشت کا حوصلہ اور گفتگو سے معاملات کے حل کا رجحان پیدا ہوگا۔ اور نفرتیں دور ہوں گی۔

یہ کام جتنی جلد ہوگا موجودہ اندھیرا اتنی جلد دور ہوگا۔

اسے ضرور پڑھیں

الفضل آن لائن کی رضا کارانہ خدمت کرنے کے خواہشمند احباب و خواتین

- ادارہ روز نامہ الفضل آن لائن کو بعض انگریزی آرٹیکلز اور رپورٹس کا اردو اور اردو آرٹیکلز کے انگلش زبان میں ترجمے کی ضرورت رہتی ہے۔انگریزی دان خواتین و حضرات جو اردو زبان پر دسترس رکھتے ہوں اورالفضل کی خدمات رضا کارانہ طور پر کرنے کے متمنی ہوں وہ اپنے نام اورعلمی کوائف **درج ذیل آفیشل میل ایڈریس** info@alfazlonline.org پر **بھیجیں اوراپنا واٹس ایپ نمبر بھجوانا نہ بھولیں۔**
- ادارہ الفضل آن لائن ایسے بزرگ حضرات وخواتین کے لئے اپنے بعض اہم مضامین جومقبول ترین کے معیار پر آتے ہیں صوتی آواز میں ریکارڈ کرواکر قارئین کی خدمت میں آن لائن پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔جس کے لئے اچھی اورخوبصورت آواز کے قارئین میں سے رضا کارانہ طور پر پڑھنے والے احباب و خواتین کی ضرورت ہے جو اردو ادب کے رموز سے آگاہ اورعلمی ذوق سے تعلق رکھتے ہوں اور ان کا اردو بولنے کا تلفظ بھی معیاری ہو۔ **ایسے احباب و خواتین اپنے نام مع علمی کوائف و واٹس ایپ نمبر الفضل کی آفیشل میل** info@alfazlonline.org **پر بھجوا کر ممنون فرمائیں۔**
- مضمون نگار اورشعراء (مرد حضرات) اپنے مضامین اورمنظوم کلام بھجواتے وقت اپنی پاسپورٹ سائز کی فوٹو (ٹوپی کے ساتھ) بھجوائیں تا مضمون یا نظم کی اشاعت کے ساتھ آویزاں کی جاسکے۔یاد رہے فوٹو صاف اور معیاری pixels ہوں، سائیڈ پوز نہ ہو بلکہ فوٹو سامنے سے لی گئی ہو۔
- کچھ عرصہ سے نونہالان جماعت یعنی بچوں کے لئے ”اطفال کارنر“ کے عنوان سے ایک کالم کا آغاز کیا گیا ہے۔جس میں بچوں و بچیوں کے لئے اجلاسات اور ON LINE میٹنگز میں پیش کرنے کے لئے تقاریر شامل کی جارہی ہیں۔اس کالم کے آغاز کے وقت احباب و خواتین سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ بھی تقاریر لکھ کر بھجوائیں یا آپ کے بچوں نے جو تقاریر مختلف محافل میں کر رکھی ہیں اور آپ کے گھروں میں موجود ہیں وہ بغرض اشاعت بھجوائیں۔نیز والدین سے یہ بھی درخواست کی گئی تھی کہ بچوں سے متعلقہ تربیتی امور پر تحریرات بھی بھجوائیں۔ **قارئین سے اس طرف خصوصی توجہ دینے کی درخواست ہے۔** الفضل آن لائن میں اطفال کارنر لانے کا مقصد یہ تھا کہ

  نمبر 1۔جماعت کے نونہالوں کی بھی جماعتی آرگن الفضل کی طرف توجہ ہو۔

  نمبر 2۔جماعت کے بچے اردو کی طرف رغبت کریں اورحضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کے قابل ہوسکیں۔
- ادارہ الفضل نے کچھ عرصہ سے ”چھوٹی مگر سبق آموز بات“ کے عنوان سے تربیتی وعلمی TIPS کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جو قارئین کی محفل میں بہت پذیرائی حاصل کر رہا ہے۔الحمد للّٰہ علی ذالک۔اس کا مقصد یہ تھا کہ معاشرے میں پائے جانے والے ایسے امور جو آپ کے مشاہدات میں روزانہ آتے ہیں اور ان کا اسلامی تعلیم سے دور دور کا تعلق نہیں ان کی نشاندہی کی جائے۔مگر قارئین نے اس عنوان کے تحت قرآنی آیات، احادیث اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھجوانے شروع کر دیئے۔جن کی طرف بعض قارئین نے توجہ دلائی کہ یہ تو چھوٹی بات کے زمرے میں نہیں آتیں اور واقعتاً نہیں آتیں۔لہٰذا قارئین کو اس طرف توجہ دلائی گئی کہ اپنے مشاہدات پر مشتمل اچھے امور یا کسی قوم کی اچھی باتیں بھجوائیں۔ **قارئین کو اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔**
- بعض مضمون نگار، آیات یا احادیث کا حوالہ ترجمہ کے بعد دیتے ہیں۔جو مناسب نہیں اس سے قبل بھی توجہ دلائی گئی تھی کہ آیت قرآنی یا حدیث نبوی کا حوالہ آیت قرآنیہ یا حدیث کا ہے نہ کہ ترجمہ کا۔ **لہٰذا کمپوزنگ کرنے والے تمام حضرات و خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اس اہم امر کا خیال رکھیں۔**
- Indesigne گرافکس پروگرام میں مہارت رکھنے والےحضرات و خواتین اگر الفضل آن لائن کی رضا کارانہ خدمت کرنے کے خواہشمند ہوں تو وہ آفیشل ویب سائٹ info@alfazlonline.org پر اپنا نام و کوائف و واٹس ایپ نمبر سے رابطہ کریں۔

کان اللّٰہ معکم

ابوسعید

ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائن (لندن)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

فہیم احمد خادم۔ نمائندہ الفضل آن لائن گھانا

کانووکیشن جامعۃ المبشرین گھانا

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جامعۃ المبشرین گھانا کو مؤرخہ 2 اکتوبر 2021ء بروز ہفتہ اپنے کانووکیشن کے انعقاد کی توفیق ملی۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

امسال بھی یہ تقریب حکومت گھانا کی جانب سے کرونا وائرس کے حوالہ سے وضع کردہ اصولوں کے مطابق منعقد کی گئی۔ جامعہ کے اساتذہ، طلباء اور ورکرز کے علاوہ کچھ چنیدہ مہمان اس پروگرام میں شامل ہوئے۔ اس پروگرام کے لیے پندرہ ممالک کے جھنڈے مع لوائے احمدیت لہرائے گئے تھے۔ یہ پروگرام جامعہ کے ہال میں منعقد کیا گیا جس کے لیے ہال کو خاص طور پر سجایا گیا تھا۔

اس تقریب کے مہمان خصوصی مکرم ومحترم نور محمد بن صالح صاحب امیر ومشنری انچارج گھانا تھے۔

اس تقریب سے قبل مکرم امیر صاحب نے لوائے احمدیت جبکہ مکرم عبدالوہاب عیسی صاحب نائب امیر دوم نے گھانا کا جھنڈا لہرایا۔

تلاوت قرآن کریم سے تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا جو کہ عزیزم عبدالباسط طالب علم مدرسۃ الحفظ نے کی جن کا تعلق گھانا سے ہے۔ اور پھر سینیگال سے تعلق رکھنے والے طالب علم عزیزم عبدالعزیز باہ نے ترنم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اردو کلام ”ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نےِ“ پیش کیا۔ بعد ازاں پاس ہونے والے نقیب اعلیٰ نے رپورٹ پیش کی جس کے جواب میں نئے منتخب ہونے والے نقیب اعلیٰ نے اپنی گزارشات پیش کیں۔ مکرم پرنسپل صاحب جامعۃ المبشرین نے سالانہ رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد آئیوری کوسٹ سے تعلق رکھنے والے طلباء نے جولا زبان میں Songs of praise پیش کیا اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔

دوران سال مدرسۃ الحفظ اور جامعۃ المبشرین کے طلباء کے مابین علمی مقابلہ جات ہوئے تھے۔ اس موقع پر ان مقابلوں میں نمایاں پوزیشنز لینے والے طلباء میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ علمی مقابلہ جات میں اوّل آنے والے گروپ، صداقت کو ٹرافی دی گئی۔ مکرم امیر ومشنری انچارج صاحب گھانا نے قران مجید حفظ کرنے والے 12 طلباء کو اسناد دیں۔ جامعۃ المبشرین سے پاس ہونے والے 22 طلباء نے اپنے ڈپلومہ جات بھی مکرم امیر صاحب سے وصول کئے۔ ان طلباء کا تعلق 7 ممالک سے ہے۔

گھانا کے طلباء نے Songs of praise پیش کئے اور انکا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔

مکرم ومحترم امیر صاحب نے تمام طلباء کو عموماً اور پاس ہونے والے طلباء کو بالخصوص حالیہ وقت میں وقف کے تقاضوں کو نبھانے، اس میں آنے والی مشکلات اور ہمیشہ ذاتی نمونہ بہترین بنانے کے حوالہ سے نصائح کیں۔ اور انھیں معاشرہ میں پھیلی برائیوں سے خود کو بچانے کی تاکید کی۔ اس کے بعد عزیزم اوسئی یوسف نور الدین نے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر اردو نظم ”خلیفہ کے ہم ہیں خلیفہ ہمارا“ پیش کی اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور مکرم معلم عبدالمجید علی صاحب استاذ جامعہ نے تمام شاملین کا شکریہ ادا کیا۔ اور کچھ ضروری اعلانات کے بعد مکرم امیر صاحب نے دعا کرواکے اس پروگرام کا اختتام کیا۔

ان تاریخی لمحات کو محفوظ رکھنے کے لیے جامعہ کے اساتذہ، طلباء اور ورکرز نے مکرم امیر صاحب اور ان کے نائبین کے ساتھ تصاویر بنوائیں۔ پھر نماز ظہر وعصر ادا کی گئیں اور تمام شاملین کو طعام پیش کیا گیا۔ اس طرح الحمد للہ جامعۃ المبشرین گھانا کی تقریب کانووکیشن انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچی۔ اس پروگرام کی تیاری کے لیے جامعہ کے طلباء اور اساتذہ نے بڑی محنت سے کام کیا اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ آمین

چھوٹی مگر سبق آموزبات

جنت میں گھر کی ضمانت

قرآن کریم میں منافق کی ایک علامت یہ بھی بتائی گئی ہے

اَلَدُّ الۡخِصَامِ۔ یعنی جھگڑالو ہوتا ہے۔ لڑنے جھگڑنے کا مزاج انسانی زندگی کو عذاب بنا دیتا ہے۔ دل کے سکون اور دماغ کی یکسوئی کو ختم کر دیتا ہے۔ انسان ایسی آگ میں جلنے لگتا ہے جس میں شعلہ اور دھواں تو نہیں ہوتا۔ مگر اس کے اندرونی امن چین کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں اس شخص کو جنت میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا چھوڑ دے۔

(ابو داؤد)

مرسلہ: محمد عمر تیاپوری، انڈیا

طلوع وغروب آفتاب

17 دسمبر 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:30	17:42
مدینہ منورہ	05:36	17:37
قادیان	05:55	17:27
ربوہ	05:35	17:07
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:33	15:56